~~١١٠٠~~

٧٠٥

ازالة الغرور عن اهل الشرور

یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا ط
الحمد للہ کہ مناظر صاحب اہل سنت کی مراد بر آئی جو وقت مناظرہ
اقرار واثق فرمایا تھا کہ اگر ایک روایت صحیح کتب اہلسنت سے تحریف
قرآن نکل آئی تو میں مذہب اہلسنت چھوڑ کر شیعوں میں آملونگا جیسے
مناظر معجز بیان شیعہ نے علی الوقت اغبار صحیحہ اہلسنت سے تحریف
قرآن میں برسر موقع سنا دیں یہ رسالہ اوس کی تصدیق میں
مسمی باسم

ازالۃ الغرور عن اہل الشرور

رشحات خامہ فصل الجدال بندہ حجۃ اللہ المتعال السید نسیم حسن صاحب
ہلالی (جو اٹھارہ سوال اہل سنت کا جواب دافع قیل و قال فہمی)
ہیں قرأۃ قطعیہ متواترہ معنویہ کا قرآن شریف سے ساقط کر دینا
بسند مستند اہلسنت ثابت ہو گیا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط
مستقیم

ریاضی پریس امروہہ میں باہتمام مولوی احمد حسین صاحب مہتمم چھپی
اور سید ابن حسن صاحب نے شایع کیا

جلد ۵ قیمت ۸

26.3.2013

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	بدا اللّٰہ	بدا للّٰہ
"	۱۱	وعدہ	وعدہ کیا
"	۲۰	النعام	المنام
۵	۳	سبعمائة	وسبعمائة
	۸	۹۰۰	۱۷۰۰
۶	۱۰	کہا	کہا اور
"	۱۳	ستّر ہزار	کو ستّر ہزار
۷	۵	جرح	حرج
"	۱۱	جرموا	وجرّموا
۸	۵	معقود	مفقود
"	۹	مخنا	لحنا
۱۱	۸	الدی	السدی
۱۲	۱	تمکو	ای رسول تم کو
۱۴	۳	اون کا	اون کی
۱۴	۳	بیاض	دیکھو کشاف صفحہ ۱۳۱۱
"	۱۷	صفحہ	صفحہ ۲۰ ۳
[illegible]	۱۹	اراساة	دراساة

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۹	صاحب کتاب	ابن طلحہ صاحب کتاب
۲۰	۱۰	دلاتی ہے	دلائی جاتی ہے
۲۱	۲	حدیث	حدیث کی۔
″	۶	کرنا	کرنے
″	۱۲	قولی	قول و فعل
۲۳	۴	کان	کافی
۲۴	۱	کرتیت	کرتی ہے
″	۷	صحت	صحت میں
۲۶	۱	صواعن محرقہ	صواعق محرقہ
۲۸	۳	لم	اللہم
۲۸	۴	اولئک	اولئک ہم
۲۹	۹	واتینہ	واتیناہ
″	۱۵	وجعل	واجعل
۳۱	۴	بیاض	۲۸۱ جلد ۲ شرح مسلم
۳۴	۳۰	قلم	فسلم
۳۴	۶	ولک	ولدک
۳۴	۱۶	ہوتا	ہوتا ہے
۳۶	۵	لہذا	لہذا امت
۳۶	۱۰	لیجانی	لیجانی والی
۳۶	۱۱	البیت	البیت ہیں
۳۷	۱۴	لیس	لیس معاویہ

صفحہ	سطر	غ	ص
۴۱	۱۱	ارتاد	ارتداد
۴۲	۵	والات	وارث
۴۳	۱۰	ناہ	وہ
؍؍	۱۴	للاظ	الفاظ
؍؍	۱۶	جیس	جس
؍؍	۱۷	ھی	کمی
؍؍	۱۹	کے	کے کو
؍؍	۲۱	انز	انزل
۴۵	۶	منہن	منہن قال ابن عباس فما استمتعتم منہن
؍؍	۷	بالقروہا	بالقروہا۔
۴۶	۵	وہسو	دوسو
؍؍	۶	پرواب	پرجواب
؍؍	۳	حمرء	جزو
؍؍	۱۸	سوید	سیوید
؍؍	؍؍	باموم	باقوام
۴۷	۵	لااحیب	لاحیب
۴۸	۱۴	فارجوہا	فارجموہا
۵۷	۳	صفوہ	ضعوہ
۶۱	۸	سیضا	قضا
۶۳	۴	نہیں	نہیں دیا
۶۵	۱۰	لیغبول	لعموم

۶۹	۱	پہونچیں	
۶۹	۴۰	موازنہ	معاوزنہ
۹۷	۱۰	کسی	کسی کے
"	۱۵	پہریا	پہریاد
۱۰۱	۱۷	اسرار	اصرار
۱۰۶	۱۸	اختیار	اختیار رہے
۱۱۱	۲	الغرانیق	الغرانیق العلیٰ
۱۱۵	۱۱	بہن اولاد	بہن اولادہ
۱۱۸	۱۵	ہیئت	ہم سیلم
۱۲۳	۱۳	ہیئت	ہیئت خلاف مروت
"	"	فعل نہیں	جو نہ قول ہے نہ فعل ہے
۱۲۵	۱۸	لمعنی	لمعنی حقیقی
۱۳۶	۱۳	نہیں جا	نہیں جانتا
"	۱۶	شد	شدید
"	۱۷	سرقواہ	سرقواد
"	۲۰	اسلاف	اختلاف
۱۳۸	۱۹	مصامحت	مسامحت
۱۴۴	۱	مال المسلم	مال المسلم
"	۴	پر	پہر
"	۶	المیتہ	بالمیتہ
"	۹	توفقوا	توقفوا
"	۱۲	توبہ	توبتہ
۱۵۴	۱۱	فی آخر کلامنا والحمد للہ الخ	فی النار

صفحہ ۱۳۰ سے بہت کم ... غلط چھپی ہے لہٰذا صفحہ دیکھکر پڑھنا چاہیے۔

کتبخانہ وقف منصبیہ میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل القران للہدایہ وارسل رسولہ ہادیاً عن الضلالہ فصلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وآلہ الذین ہم اہل البیت لدیہ۔

اما بعد۔ کچھ عرصہ سے زمانہ کے تغیرات نے امروہہ میں بعض نوخیزان اہلسنت کے قلوب میں مناظرہ مذہبی کا شوق پیدا کر دیا ہے باوجود خالی الذہن ہونے کے ہر مذہب و ملت والوں کو رات دن مناظرہ مذہبی کا چیلنج دینے لگے اور او سپر شدید تقاضے شروع کر دئے چنانچہ شیعان امروہہ جو خاموش زندگی کے خوگرفتہ اور نمائش پسندی سے نابلد ہیں قریب ۱۹۱۴ء سے مخاطب بنائے گئے محض اس ہیروپھیر کہ اپنے علماء کو بلا کر علمی و مذہبی مباحثہ شیعوں سے کرایا جائے اوس وقت تو شیعوں کی دانش اندیشی شرائط مناظرہ میں یہ کام آئی کہ قبولیت مناظرہ میں شرط اجازت گورنمنٹ کو پیش کیا جسکو اہلسنت کے مناظرین نے ناپسند فرمایا اور مناظرہ نہو سکا مگر جو رسائے مناظرات بمبئی و پنجاب وغیرہ کے نام سے شائع ہوئے اونکے جواب میں امروہہ کے شیعوں نے چار رسالہ استخلاف نور العین واقع البہتان التقیہ فی الاسلام اوسی عرصہ میں چھپوا کر علماء اہلسنت کی خدمت میں بھیجدئے تاکہ وہ متنبہ ہوکر جلسہ مناظرہ کو خیرباد فرمادیں یا ان رسائل اربعہ کا جواب باصواب تحریری عنایت فرمائیں لیکن

باوصف تقاضائے شدید انکے جذبات دلگداز و اظہار تفوق و بلند پروازی و
تیز زبانی نے اپنا کچھ اثر ظاہر نہ کیا کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوگیا کہ علماء اہلسنت
اپنے سوال کرنیکے مرد میدان ہیں اور خصم کے سوالات پر جوابات کی تاب نہیں رکھتے
اسی بیتابی کے سبب سے انکی فطرت سلیمہ نے یہ افسوس گری تعلیم فرمادی ہے کہ اپنے
سوال کے جواب میں ابدالآباد تک یہی سبق پڑھتے رہیں کہ ہمارے سوال کا جواب والا
جواب نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے تاکہ اس حیلہ سے خصم کو سوال کرنیکا موقع نہ دیا جائے
چنانچہ اس دوران ۱۹۲۰ء میں جو شیعوں کو اہلسنت کے مشتاق مناظر صاحب نے مناظرہ کا
چیلنج دیا اور امروہہ کے نیک طینت شیعوں کو زبانی مناظرہ سے احتیاط کرنے پر
حیرت انگیز شبہات پیدا ہوگئے تو اخی المعظم جناب سید سبط رسول صاحب مدظلہ نے
مجبوراً اوس چیلنج کو قبول فرمالیا ان جلسوں میں بھی وہی افسوس گری اور جادو
بیانی ظاہر ہوئی کہ پہلے ہی مناظرہ کے شرائط میں ٹھہرالیا کہ سوال پہلے اہلسنت کی
طرف سے ہوگا جب وہ سوال پیش ہوا اور مناظر شیعہ نے شافی جواب دیکر اولٹا
انہیں پر الزام عاید کردیا تو وہی یاد گرفتہ سبق مناظر صاحب نے شروع کردیا جس سے
دریں چہ شک کا محاورہ پیش نظر ہوگیا اسی سبق میں مناظر ذی علم و ذی فنون نے
سات روز گنوائے اور شیعہ مناظر صاحب کو سوال کا موقع ہی نہ دیا تاہم شیعوں کے
جواب شافی نے اہلسنت کے صاف قلوب پر اپنا ہوش افزا اثر ایسا بٹھا دیا کہ
انکو خیال آفریں حضرات کو اعتراف کرنا پڑا کہ ہماری عام سلک شیعوں کے جواب سے
متاثر ہوگئی تھی لہذا ضرورت مقتضی ہوئی کہ اوسکے دفعیہ کی تدبیر کیجائے بہر نوع
مناظر صاحب اہلسنت کی بے مائگی طشت از بام ہوگئی یہ مناظرہ پندرہ یوم
کیلئے قرار پایا تھا جسمیں ۹۲ سوال شیعوں کے اور ۱۸ اہلسنت کی جانب سے
قبل تاریخ مناظرہ یکم دسمبر ۱۹۲۰ء دئے گئے مناظرہ کے واقعات خلاف ورزیوں کے

سدبب سے طوالت خیز ہیں مگر دانش اندیشان اہلسنت نے اپنے سوال اور اوسکے
شافی جواب پر عامہ اہلسنت کو متاثر پا کر مناظرہ بند کر دیا جو اوسکے بعد ظاہر ہوا کہ
دست بستہ حضرات دست کشادہ نظر آنے لگے اور باقی مذبذب اور حیرت گرفتہ رہگئے کاش ایک
سوال بھی منجانب شیعہ پیش ہو جاتا تو اہلسنت کی جماعت کثیر بند اسرار سُننے سے محدود
عرفان تک فائز ہو جاتی اگر اسکو بالا زمی ہر جمول کیا جائے تو رو بزمین کے عالم بے
بدل سے اون بانوے ۹۲ سوالوں کا جواب لکھا کر عام پبلک میں شایع کر دیں حتیٰ کہ
مع رقم اہلسنت کے ۱۸ سوالوں کا جواب حوالہ قلم کرتا ہے اگر حقانیت کا دعویٰ آپکے
مناظر کو سچا ہے تو جواب الجواب کیلئے قلم اوٹھائیں ہم خوب جانتے ہیں کہ جسطرح
میرے رسالہ استخلاف کا جواب نہو سکا اور جسطرح دیگر رسائل کا جواب ناممکن ہو گیا
اسی طرح سے ان بانوے سوالوں کا جواب ناممکن ہے اور [illegible] کے [illegible]
چھاپنے دینے اور شیعوں کے شافی جواب کو نہ لکھنے سے فتح مبین اہل نظر کے نزدیک
شکست فاش محسوس ہو رہی ہے وہ شیعوں کا جواب کیا شرمناک تھا جو زبان
قلم پر نہ آیا اور اوسپر فتح مبین کا دعویٰ کر لیا اسکو کوئی دوربین دقیقہ رس کب باور
کر سکتا ہے - اولی الالباب سے انصاف کی امید ہے کہ مندرجہ تحت ۱۸ سوالات
کا جواب ملاحظہ فرمائیں اور ۹۲ سوالات کے جوابات اہلسنت سے منگائیں
ورنہ فتح و شکست کا فیصلہ تمام عالم میں بذریعہ چھاپ پہونچائیں -

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان تا سیہ روی شود ہر کہ در و غش باشد

سوال ۱ از اہلسنت - کیا مذہب شیعہ اختیار کرنے کیلئے خداوند پاک کے علم کو ناقص
ماننا ضروری نہیں -

جواب - یہ سوال مسئلہ بدا پر کیا گیا ہے - دافع البہتان میں اسکو معرکۂ
ثابت کر دیا گیا ہے کہ بدا میں جہل خداوند عالم سمجھ لینا نہایت جہالت ہے -

محدث ابن حجر نے مسئلہ بدا کو تسلیم کرتے ہوئے صواعق محرقہ صفحہ ۹۵ پر اہلسنت کو سمجھا دیا کہ یجیٔ بدا بمعنی اراد کما فی حدیث المرفوع الاقرع والاعمی والابرص بدا اللہ ان یبتلیہم ای اراد اللہ لاظہر لانہ کفر یعنے بدا اراد کے معنی میں ہے جیسا کہ حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ اللہ نے ارادہ کیا گنجے اور اندھے اور مبروص کو مبتلا فرمائے بدا قرآن میں جا بجا مذکور ہے از انجملہ قولہ تعالے الآن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا اب خدا نے تم سے تخفیف فرما دی اور تم میں ضعف کو جان لیا۔

وقولہ تعالے برزوا للہ الواحد القہار۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۹ - اور وہ زبردست و یکتا خدا کے سامنے ظاہر ہونگے۔

وقولہ تعالے وبرزوا للہ جمیعا۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۵ وہ سب خدا کے سامنے ظاہر ہونگے۔ وقولہ تعالے ووعدنا موسی ثلاثین لیلۃ واتممنٰہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ پارہ ۹ رکوع ۷ - اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ اور ایک عشرہ ملا کر پورا کیا۔ وعدہ کیا تیس راتوں کا اور ہو گئیں چالیس۔

وقولہ تعالے ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم پارہ ۲۶ رکوع ۸ اور ہم تمہاری آزمائش ضرور کرینگے یہاں تک کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو سمجھ لیں اور تمہاری خبروں کو جانچ لیں۔ ترجمہ مغازی الرسول واقدی صفحہ ۴۲۵ پھر جبکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بعلم ظہوری معلوم کیا کہ مسلمانوں میں توانائی نہیں ہے تو انکی تخفیف کی یعنے مقابلہ دہ چند سے کم کر کے دو چند پر مقرر کیا۔

زیر نظر عبارت سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کو اس کا علم نہ تھا کہ مسلمان ضعیف ہیں جو اب تخفیف کی گئی اگر یہی معنی ہیں تو آپ پہلے اپنے گھر کی خبر لیجئے ورنہ جو آپ معنی لیتے ہیں وہی ہماری مراد ہے سمجھ لیجئے۔

مشکوۃ صفحہ ۲۸۲ و ۲۸۴ و مدارج النبوۃ صفحہ ۲۵۲ جلد ۲ لما رای فی المنام

انہ صلعم ذہب طلبہ للعمرۃ لزیارۃ الکعبۃ مع اصحابہ المتسل بالعمرۃ واخذ مفتاح کعبۃ اللہ

وقصر بعض اصحابہ شعر راسہم وحلق بعضہم فنادی منادی فی العرب ان رسول اللہ

منطلق الی زیارۃ البیت الحرام معتمراً فجمع اصحابہ الف سبعمائۃ فلما فاز بالحدیبیۃ برکت

بہ راحلتہ فقال الناس حل حل فقال النبی صلعم ما خلات القصوی وما ذلک بہا بخلق

لکن حبسہا حابس الفیل الخ چونکہ یہ عبارت طولانی ہے اسلئے اسکا مطلب لکھنے پر اکتفا

کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے خواب دیکھا کہ زیارت کعبہ کیلئے تشریف لیگئے

ہیں اور خانہ کعبہ کی کنجی لیلی بعض اصحاب نے سر منڈائے ہیں وغیرہ وغیرہ آنحضرت نے

اپنے اصحاب کو طلب فرمایا ۱۷۰۰ صحابی جمع ہوکر مکہ روانہ ہوئے جب حدیبیہ پر پہونچے

تو آنحضرت کا ناقہ قصویٰ بیٹھ گیا لوگوں نے ہر چند اسکو ہنکایا مگر نہ اوٹھا۔ آخر کار آنحضرت

نے فرمایا کہ اسکی عادت تو ایسی نہیں ہے کہ یہ بیٹھ جائے ہاں یہ ہے جسنے ہاتیوں کو

بند کیا تھا اوسی نے اسکو روکا ہے یعنے یہ حکم خدا ہے نہیں چلتا یہی وہ مقام ہے کہ

حضرت کی رسالت میں عمر رضی کو شک واقع ہوا یہ بدا تو ایسا ہوا کہ آپکے پیشوا اور

پیشرو نے رسالت میں بھی شک لیا آج آپ بدا میں کیوں نہ شک کرینگے چونکہ اسکی

بحث دافع البہتان میں کافی ہوچکی ہے جسکا آجتک جواب نہ ہوسکا اسلئے ہم نے بھی

اختصار کرتے ہوئے مطلب ظاہر کردیا دیکھنے اور سمجھنے والوں کے لئے یہی کافی ہے

سوال دویم | مومنین کی صف اول کے مجروح ہوجانے اور قرن اول میں تقیہ

مفروضہ شیعہ کا وجود تسلیم کرنے کے بعد دوسرے لوگوں تک اسلام پہونچنے کا باوثوق

ذریعہ کونسا رہا۔

جواب | اولٹ گئیرے ہی مضمون پڑھے ہے آگے   فرایا اورکہ اولٹا ہم حجاب آیا

حضرات اہلسنت پہلے اپنے باوثوق ذریعہ کی خبر تولیں جو ابتدا سے ہی ندارد ہے

اور محض اخبار کتب ضلال پر اونکا دارومدار ہے لیکن ہمیں پہلے یہ ضروری بیان

ایراد صحابہ

کر دینا ہی کہ ہم کس طرح اور کس باوثوق ذریعہ سے اسلام پہونچا۔ واضح ہو کہ صف اول وثانی وثالث و قرن اول وثانی وثالث میں اسلام پہونچنے کا پہلا ذریعہ شیعوں کو عصمت آئمہ معصومین کا وجود باجود ہے اور اسلام پہونچانے کیلئے تقیہ او سوفت کیا جاتا ہے جو انکے زمانہ میں سُنی مسلمان علانیہ کافر ہوتے اور مانع آ جائے آپ خوب سمجھ لیں کہ تقیہ خلاف محل شیعوں کے نزدیک حرام مطلق ہے لہذا کوئی وجہ اسلام نہ پہونچنے کی خلف تک مانع نہ تھی دوسرے خبر متواتر کیلئے مخبر دہندوں کا عدد مقرر نہیں محض یقین ہو جانا معتبر ہے اگرچہ دو آدمی ہی کیوں نہوں جیسا کہ صحیح بخاری صفحہ ۱۴۹ جلد ۳ مطبوعہ مصر میں زید بن ثابت کا قول باب جمع قرآن میں مذکور ہے کہ آیہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم الخ کسیکے حافظہ میں نہ تھا مگر ابو خزیمہ نے بیان کیا جو آخر سورہ توبہ میں کر دیا باوجود اسکے کہ ایک شخص نے کہا قرآن متواتر النقل او قطعی الصدور مسلماً مانا گیا ہے اصول فقہ میں مخبرین کا عدد تحقق تواتر کیلئے ۴۰ کا حتی کہ ۷ کا بھی مذکور ہے جیسا کہ نور الانوار صفحہ ۱۴۸ پر موجود ہے اور علمائے سیر نے عامتہ اور امام زرقانی نے شرح مواہب میں خاصتہ لشکر امیر المومنین سنتر ہزار نقل فرمایا ہے جو صفین میں حاضر تھا اونمیں نوے بدری سات سو اہل بیعت رضوان اور چار ہزار مہاجرین والنصار تھے۔ (درہ اساق اللبیب صفحہ ۲۱۲) یہ عدد کثیر باوثوق ذریعہ اسلام پہونچانیکے لئے حد تواتر سے کہیں زائد ہے اور الحمد للہ فرقہ شیعہ کو ہر زمانہ میں تواتر حاصل ہوتا رہا چنانچہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۴ پر بعد ذکر تشیع مامون رشید و معتصم باللہ اور اشاعت تقیہ بیں علماء اہلسنت کے ترجمہ معتضد عباسی میں نقل فرمایا ہے کہ خلیفہ معتضد یہ خبر سنکر کہ علوئین با اطلاعیا بالی لعن معاویہ و کثرت مناقب اہلبیت کے ہر ناحیہ سے خروج کرنے لگیں گے خائف ہو گیا یہ واقعہ قوت اور کثرت عدد علوئین پر لور اشاہد ہے اور واثق باللہ و منتصر باللہ کو بھی شیعہ ہی فرمایا ہے علاوہ اسکے شوکت خلافت

عبیدیہ وطباطبائیہ وآل بویہ کی مظہر تشیع بسبعہ اسلام میں ترقی پذیر قرون اولی
میں ہوئے وہ کثرت عدد شیعیان پر زیادہ مستند اور قابل وثوق ہے

اب اہلسنت اپنا باوثوق ذریعہ تواتر کو ذرا شرما کر ملاحظہ فرمائیں۔

شرح نووی صحیح مسلم صفحہ ۴۱۴ جلد ۲ پر ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے لا تکتبوا
عنی ومن کتب غیر القرآن فلیمحہ وحدثوا ولا حرج یعنے تم صحابہ مجھسے حدیث کو نہ
لکھو اور جو سوائے قرآن کے لکھا ہو پس چاہیے کہ وہ محو کر دے اور زبانی حدیث
نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور نقل حدیث کو خلفاء ثلاثہ نے نہایت سختی
کے ساتھ منع کیا ہے چنانچہ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۳ جلد ا میں علامہ ذہبی ابن
ملیکہ سے ناقل ہیں ان الصدیق جمع الناس بعد وفاۃ نبیہم فقال انکم تحدثون
عن رسول اللہ صلعم احادیث تختلفون فیہا والناس بعدکم تحدثون عن رسول اللہ
شیئا فمن سالکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب اللہ فاستحلوا حلالہ وحرموا حرامہ یعنے
ابوبکر صدیق نے صحابہ کو جمع کر کے اونکے پیغمبر کی وفات کے بعد فرمایا کہ ہر آئینہ تم
پیغمبر خدا سے حدیثیں نقل کرتے ہو اور اونمیں اختلاف کرتے رہتے ہو اور تمہارے
بعد لوگ رسول اللہ سے احادیث نقل کرنے لگیں گے پس جو شخص تم سے سوال
کرے تو کہدو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے اوسکے حلال کو حلال
اور اوسکے حرام کو حرام سمجھو پھر صفحہ ۷ جلد ا تذکرۃ الحفاظ میں سعد بن ابراہیم عن
ابیہ کی سند سے منقول ہے ان عمر حبس ثلاثہ ابن مسعود ابا الدرداء وابا مسعود
الانصاری فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ یعنے عمر فاروق نے ابن مسعود
اور ابو درداء اور ابو مسعود صحابی انصاری کو قید کر دیا اور کہا کہ تم رسول اللہ سے
بہت حدیثیں نقل کرتے ہو۔

ایسے ہی معنی کی حدیثیں قرظہ اور ابوہریرہ سے تذکرۃ الحفاظ اور تاریخ حافظ

ابن کثیر شافعی میں مروی ہیں جن سے ممنوع ہونا بحکم آنحضرت اور سیرت
شیخین سے یقین دلاتا ہے کہ صحابہ عدول نے کوئی حدیث آنحضرت صلعم سے بمقتضائے
دیانت واطاعت شیخین کے کسی وقت میں نقل نہیں فرمائی ورنہ وہ صلابت عدالت
اور شدت دیانت سے مبرا ہوئے جاتے ہیں اگر اونکو عادل تسلیم کیا جائے تب تو
احادیث کا سلسلہ مفقود۔ پھر وہ پہونچیں کس ذریعہ سے جبکہ خود صحابہ نے احادیث
کا نقل کرنا بند کردیا اور اگر عادل تسلیم نہ کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ ظالمین سے
احادیث نقل کی گئیں جو قابل وثوق نہیں ہو سکتیں بہرحال ہمارا مطلب کہیں
نہیں گیا اور برسر منبر عثمان غنی کا فرمانا انتم عندی تختلفون وتلحنون فمن نائی
عنی من الامصار اشد اختلافا واشد لحنا الخ کنز العمال صفحہ ۲۸۲ جلد ۱ - تم میرے
سامنے تو اختلاف کرتے ہو جو شخص مجھسے دور ہو جائینگے اور شہروں میں متفرق ہونگے
تو وہ نہایت اختلاف کرینگے -

یہ مختصر عبارت صحابہ کے کذب وکمال جسارت پر شاہد ہے کہ جب خلیفہ وقت کے
سامنے اختلاف کرینگے یہ کیا حد رہگئی اور جس قرآن کیلئے آنحضرت صلعم نے کتابت کا
حکم اس غرض سے فرمایا تھا کہ اس سے ہدایت کا بقا ہو جو بسند رواۃ صحیح بخاری صفحہ
۱۵۱ جلد ۳ مطبوعہ مصر آنحضرت کے زمانہ میں مدون بھی ہو چکا تھا وہ قرآن حضرت
عثمان کے فرمان عالیشان سے جلادیا گیا اب رہا وہ قرآن جو حضرت ابو بکر کے
زمانہ میں مرتب ہوا وہ محض ایک شخص کی شہادت پر موثق ومتواتر حسب ضرورت
ٹھہرایا گیا تاہم وہ بھی خلافت عثمان غنی وامیر معاویہ میں اوسیحی قرآن کی طرح
آگ کی سپرد ہوا (فتح الباری صفحہ ۲۴۶ جلد ۲۰) اس ناپید ذریعہ کے سبب سے
صحابہ نے کتب ضلال سے اخبار لینا اختیار کرلیا تاکہ فوائد اسلام اور مسائل فقیہ کو
اونسے مکمل کریں بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۴ و جلد ۴ صفحہ ۱۵۴ و ۱۶۰ و ۱۶۱

وتفسیر لباب النقول صفحہ ۴۰ دیکھو (جسکو ہم جداگانہ رسالہ میں تصریح عبارات انشاءاللہ
معہ دیگر شواہد کے دکھائینگے) پہر لطف یہ کہ صحابہ کے بارے میں صحیح مسلم صفحہ ۱۲ پر صاف
کہدیا عن محمد بن یحیی بن سعید القطان عن ابیہ قال لم نر الصالحین فی شئ اکذب منہم
فی الحدیث یعنے ہم نے صالحین کو کسی شئے میں زائد جہوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا
جسقدر کہ نقل حدیث میں جہوٹ بولتے تھے - اسی حدیث سے خیر القرون میں
احکام شریعت کا دروازہ بند ہو گیا جب صالحین ہی حدیث میں زائد جہوٹ بولنے
لگے اور کتب ضلال سے مسائل شریعت تیار ہونے لگے تو پہر صحیح احکام شریعت اور
لوگوں تک کیونکر پہونچ سکتے ہیں - اب سنئے قرن ثانی اور صف ثانی کا حال -
علامہ ذہبی جو حامل لواء صناعۃ فن حدیث میں مشہور و معروف ہیں اپنی کتاب
میزان الاعتدال میں ابان بن تغلب شیعی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ان البدعۃ علی ضربین
فبدعۃ صغری کغلو التشیع او التشیع بلا غلو ولا تحرق فہذا کثیر فی التابعین و تابعیہم
مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث ہولاء لذہب جملۃ من الآثار النبویۃ وہذہ مفسدۃ
بینۃ یعنے بدعت دو قسم پر ہے پس بدعت صغری مثل غلو تشیع یا تشیع بلا غلو کے ہے
جو محرق نہو پس یہ مذہب اکثر تابعین اور تبع تابعین کا تہا مع اسکے کہ وہ متدین اور
صاحب ورع اور صادق اللہجہ رہے ہیں پس اگر انکی حدیث رد کردیجائے تو یقیناً
تمام آثار نبویہ جاتے رہینگے اور یہ مفسدہ دین اسلام میں ظاہر ہو جائیگا - اور شارع
بزودی نے سفیان ثوری و ابن اسحق اور کلبی کے عذر تشیع و اخذ مرویات میں
لکہا ہے لو ترک حدیث ہولاء لطعن کل واحد المنقطع الروایۃ واندرس الاخبار
یعنے ان شیعوں سے اگر مرویات اخذ نہ کیجائیں اور ہر ایک پر طعن کیجائے تو روایت
کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائیگا اور اخبار کہنہ یعنے برہنہ ہو جائینگی ان اعترافات
سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ سنت کے آثار شیعوں سے ہی ملے ہیں اب انکی بربادی

گناہ لازم کا دور ہے۔ شعر۔

کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

اسکے بعد ایک حدیث بخاری شریف کی ملاحظہ ہو عن سالم قال سمعت ام ابی الدرداء تقول دخل علی ابو الدرداء وہو مغضب فقلت ما اغضبک فقال واللہ ما اعرف من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا انہم یصلون جمیعا بخاری صفحہ ۹۰ جلد ۳ یعنی ام ابی درداء کہتی ہیں کہ میرے پاس ابو درداء آئے حالانکہ وہ غصہ میں تھے میں نے غصہ کا سبب دریافت کیا تو کہا میں نے امت محمد صلعم سے کوئی خیر نہیں پہچانی مگر یہ کہ وہ سب نماز پڑھتی ہے اس حدیث میں قابل غور لفظ یصلون ہے اگر یہ لفظ یصلون ہی ہے، تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ چونکہ امت رسول نماز پڑھتی ہے اس سبب سے صحابی رسول کو افسوس ہوا یا یہ مطلب ہے کہ وہ نماز تو پڑھتی تھی اور باقی افعال بجا نہیں لاتی گویا ظاہر بظاہر نماز پڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ دل میں کچھ اور ہے یا یہ لفظ یضلون ہے جو ضلالت سے ہے اور یہی قرینہ بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ ایک صحابی رسول کو اسپر غصہ کرنا بھی چاہیئے کہ تمام امت گمراہ ہو گئی اور نماز پڑھنے پر غصہ کرنا تو کوئی معنی نہیں رکھتا بہرحال آپ جو بھی مطلب لیں یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ امت رسول اس قابل ہو گئی تھی کہ اوسپر صحابی رسول غضبناک ہوا۔

ایک پرلطف روایت فقہ اکبر صفحہ ۱۳۱ پر ہے ورسول اللہ صلعم مات علی الایمان وہم کلہم معصومون عن الکفر فی الابتداء والانتہاء واما غیرہ من الاولیاء والاصفیاء والعلماء الاعیان فلا نجزم بموتہم علی الایمان یعنی اور رسول اللہ صلعم نے ایمان پر انتقال فرمایا اور وہ تمام (انبیاء) کفر سے معصوم ہیں ابتداء سے انتہا تک اور لیکن آنحضرت کے غیر اولیاء اصفیاء اور علماء کی موت علی الایمان پر ہمکو یقین نہیں اس روایت کو دیکھتے ہوئے ایک عجیب پرلطف تحریر یاد آتی ہے کسی شخص نے

اپنے ملک کی حالت لکھتے ہوئے لکھا تھا کہ اس ملک میں زناکاری اس حد کو پہونچی ہے کہ کوئی عورت اس فعل بد سے خالی نہیں سوائے اوسکی ماں اور اوسکے بادشاہ کی بی بی کے کیونکہ وہ تو اوسکی ماں ہے اور وہ اوسکے بادشاہ کی بی بی نعوذ باللہ من ذالک کیا کوئی صاحب عقل سمجھ سکتا ہے کہ اہلسنت جب اپنے اولیا اصفیا اور علماء کی موت علی الایمان پر یقین نہ کرتے ہوں تو اسلام پہونچنے کا کونسا ذریعہ باوثوق سمجھ سکتے ہونگے انتہا یہ کہ رسول کو معصوم عن الکفر ابتداء سے انتہا تک کہتے ہیں مگر پہر یہ لکہتے ہیں ووجدک ضالاً فہدی قال الکلبی وجدک ضالاً ای کافراً فی قوم ضلال فہدک للتوحید وقال السدی کان علی دین قومہ اربعین سنۃ وقال مجاہد وجدک ضالاً عن الہدی فہداک لدینہ تفسیر کبیر صفحہ ۲۲۴ جلد ۸ یعنے آیہ وجدک ضالاً فہدی کے بارے میں کلبی نے کہا ہے کہ میں تجکو گمراہ یعنے کافر قوم گمراہ سے پاتا ہوں پس تجکو توحید کی ہدایت کی اور سدی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے مذہب (شرک) پر چالیس برس رہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے تجکو گمراہ پایا ہدایت سے پس اوسکے دین کی ہدایت کی اب ذرا اہل انصاف غور فرمائیں کہ ابتداء سے انتہا تک معصوم کہنا کہاں تک صحیح رہا یہاں تو صاف صاف کہدیا کہ آنحضرت صلعم معاذ اللہ گمراہ تھے مشرک تھے توحید کے قائل نہ تھے اور یہ مذہب چالیس برس تک رہا انا للہ وانا الیہ راجعون اب فرمائے کہ اہلسنت کو رسول کی رسالت اور موت علی الایمان کا بھی یقین کیونکر ہوگیا صرف اسوجہہ سے یقین کرلیا کہ اگر رسول کو بھی کافر کہدیں گے تو بنیاد مذہب ہی اوکہڑ جائیگی اگرچہ کوئی قابل وثوق ذریعہ سے نہ ثابت ہوگیا حضرات اہلسنت کو اسی ذریعہ پر ناز وفخر ہے اگر یہی ذریعہ مباحثات کے قابل سمجھا گیا تو یہ آپکو ہی مبارک اب اسکے بعد حدیث حوض کو یاد کیجئے کہ صحابہ جنکو آپ کلہم عدول فرماتے ہیں حوض کوثر سے ہٹا دئے جائینگے اور کہدیا

جائیگا کہ تمکو معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا احداث کئے مسلم صفحہ ۲۴۴ جلد ۲ و ترمذی صفحہ ۳۷ جلد ۲ -

سوال نمبر ۱۲ | جناب امیر و ائمہ مابعد کا ایمان قرآن اور رسول پر بر روایات شیعہ کسطرح ثابت ہوسکتا ہے

جواب باصواب | خود قرآن اور رسول سے ہمکو ثابت ہے بلکہ تمام عالم پر مثل ضیاء آفتاب بعد تحقیق تواترات کے روشن ہے قولہ تعم صراط علی مستقیم یہ آیت مختلف القراۃ ہے یعقوب قاری کی قرأت میں صراط علیٌ مستقیم ہے اور حسب روایات شیعہ قرأت اہلبیت میں صراط علیٌ مستقیم ماثور ہے اس اختلاف میں نہ تحریف نہ تصحیف اور قرأۃ حفص میں علیٌ کب مجمع علیہ بین القراء ہے جب اختلاف قرأۃ سات طریقہ سے باتفاق علماء مفسرین و محدثین کے جائز العمل ہے چنانچہ حدیث عمر مذکورہ صحیح بخاری صفحہ ۷۱ جلد ۲ و صفحہ ۱۵۵ جلد ۳ مطبوعہ مصر شاہد ہے کہ آنحضرت صلعم نے قرأت ہشام بن حکیم بن خرام کو جو حضرت عمر کی قرأۃ کے بالکل خلاف تھی فرمایا کہ قران اسی طرح نازل ہوا ہے اور جب حضرت عمر نے پڑھا تو بھی حضرت نے فرمایا کہ قرآن اسی طرح نازل ہوا ہے اور فرمایا ان القرآن لنزل علی سبعۃ احرف فاقرؤا ما تیسر منہ یعنے قرآن سات حرفوں (یعنے قرأتوں) پر نازل ہوا ہے پس جو آسان اور میسر ہو اوسی کو پڑھو فعلے ذٰلک قرآن کی شہادت تو ظاہر ہوئی اب شہادت رسول جو عام امت کو عموماً اور شیعوں کو خصوصاً بطریق تواتر پہونچی وہ حدیث ثقلین سے ظاہر ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض بحار الانوار صفحہ ۳۳ جلد ۷ و صواعق محرقہ صفحہ ۹۲ یعنے میرے اہلبیت اور قرآن آپس سے ہرگز جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں - یہ حدیث شاہد ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کیساتھ ہے

بلکہ تمام ائمہ علیہم السلام قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن اونکے ساتھ ہے محقق ایک یہی حدیث اس جواب کیلئے کافی ہے اگرچہ اس بارے میں ایک زبردست کتاب تیار ہوسکتی ہے اور ائمہ کا رسالت نبی پر ایمان لانا ہمکو آیہ قرآنی واولو الارحام بعضهم اولی ببعض (صاحبان رحم بعض اونکے بعض سے اولی ہیں) سے واضح ہوگیا کہ ذوی الارحام میں اولی وافضل وہی ہیں جو صاحبان عقل اور جو راسخون فی العلم ہیں نہ اونکے غیر علوم شریعہ کے دعویدار ہوئے اور نہ خلق اللہ کے حقیقی ہادی ہوسکے اسکی دلیل یہ ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون آیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں اور صاحبان عقل اور راسخون فی العلم ہے درجہ امامت بالصدق اور ہدایت خلق پر فائز ہوتے ہیں چنانچہ درمنثور صفحہ ۴۵ پر ہے - قولہ تعالے انما انت منذر ولکل قوم ہاد ہو علی بن ابیطالب یعنے تو ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کیلئے ہادی ہے اور وہ علی بن ابیطالب علیہ السلام ہیں اور بقولہ تعالے افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی فما لکم کیف تحکمون آیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے زیادہ حقدار ہے اسکا کہ اوسکا اتباع کیا جاوے یا وہ شخص جو کہ ہدایت نہ کرے مگر یہ کہ اوسکو ہدایت کیجائے تمکو کیا ہوگیا یہ کیسا حکم لگاتے ہو -

یہ اسلام میں بدیہیات سے ہے کہ مناقب وفضائل ومحاسن ومدائح خدا اور رسول پر ایمان لانیکے بعد ہوا کرتے ہیں اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے ایمان کی تحقیق تمام قرآن اور سنت رسول سے شاہد ہے اوسی شہادت سے ہمکو بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ مومن کے صحیفہ کا عنوان حب آل محمد ہے اور محبت اوسی وقت شرع میں جائز ہوتی ہے جب اونکے ایمان کی تحقیق ہوجائے جنسے محبت کیجائے یہان جو دیکھا جاتا ہے تو اہلبیت رسول کی محبت کا صریح اوصاف ہمکو موجود ہے بلکہ اوس محبت کو رسالت کا

اجر قرار دیدیا گیا جس سے ثابت ہے کہ اونکا ایمان یقینی ہے جسمیں کسیطرح کا شبہ ہو ہی نہیں سکتا یہ بات تو معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب صحیفہ مومن کا عنوان محبت آل محمدؑ ہے تو اونکا ایمان باللہ والرسول کا کیا درجہ ہو سکتا ہے۔

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ مع حوالجات تحریر کرتے ہیں صاحبان عقل خود سمجھ لینگے کہ حقیقتاً صحیح ہے یا نہیں۔

قولہ تعالے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون کیا وہ شخص جو مومن ہے اوسی کی برابر ہو سکتا ہے جو فاسق ہے برابر نہیں۔ اس آیت میں مومن سے مراد جناب امیرؑ ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عقبہ ہے مجمع البیان صفحہ ۲۳۶ جلد ۲ صافی صفحہ ۱۰۱ برہان صفحہ ۲۰۸ جلد ۲ تفسیر کبیر صفحہ ۴۲۲ جلد ۴ روائح القران صفحہ ۳۶۵ یہاں سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جناب امیرؑ کو جب مومن کہا جسکو شیعہ سنی کی تفاسیر میں لکھدیا گیا پھر کونسی وجہ ہے کہ اونکو مومن نہ مانا جائے۔

آیہ مباہلہ میں امیر المومنین نفس رسول قرار پائے اگر نفس رسولؐ کے ایمان میں شبہ کیا جائے تو وہ بعینہ رسول کے ایمان میں شبہ ہوگا رہا نفس رسولؐ ہونا وہ بین الفریقین متفق علیہ ہے دیکھو صافی جزو ۳ صواعق محرقہ صفحہ ۹۵ تفسیر کبیر صفحہ ۴۸۶ جلد ۲ دراساۃ اللبیب صفحہ ۲۰۵ ترمذی صفحہ ۱۳۹ جلد ۲ مسلم صفحہ ۲۷۸ جلد ۲ آیہ تطہیر میں امیر المومنین شامل ہیں اگر امیر المومنین مومن نہوتے تو کسطرح اسمیں شامل ہوتے بحار الانوار جلد ۹ صفحہ   صواعق محرقہ صفحہ ۸۵ مشکوۃ صفحہ ۵۷۴ روائح القران صفحہ ۳۹۵ مجمع البیان صفحہ ۳۴۶ جلد ۲ صافی صفحہ ۴۱۰ مسلم صفحہ ۲۸۳ جلد ۲ برہان صفحہ ۳۴۰ جلد ۲ غایۃ المرام صفحہ ۲۱۷ اراساۃ اللبیب صفحہ ۲۱۱ اتقان صفحہ ۲۹۳ ترمذی صفحہ ۱۷۰ جلد ۲۔ ان دونوں آیتوں میں حسنین علیہم السلام اور امیر المومنین شریک ہیں جسکو اہلسنت کی کتب سے ثابت کر دیا گیا۔ اگرچہ ہم نے ائمہ مابعد کا

ایمان بھی مختصر ثابت کر دیا لیکن چند دلیلیں اور پیش کرتے ہیں۔
اصول کافی صفحہ ۱۱، تا صفحہ ۲۳۸ دیکھئے اور ہر ایک امام کیلئے جو نص وارد ہوئی ہے ملاحظہ فرمائے اگر نعوذ باللہ یہ حضرات مومن نہ ہوتے تو پھر امت محمدیؐ کے کسطرح ہادی امام پیشوا ہو سکتے تھے اور اونکے لئے نص کسطرح وارد ہوتی پھر یہ کہ ہر زمانہ کے امام اور راسخون فی العلم اور اہل الذکر حضرات معصومین کو نہ کہا جاتا اگر اس بارے میں مختصر فہرست بھی لکھی جائے تو ایک رسالہ ہو جائے لہذا جس کا دل چاہے وہ اصول کافی کے صفحہ ۲۳۸ سے صفحہ ۲۴۹ تک دیکھئے جنمیں فرداً فرداً ہر امام کی امامت وغیرہ پورے طور موجود ہے اسی طرح آپ کتب اربعہ شیعہ کو ملاحظہ فرمائے اور دل میں شرمائے کہ ہمارے ائمہؑ اور آپکے خلفا میں کسقدر فرق ہے۔
بلکہ میں تو یہانتک کھوں گا کہ ان حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام پر ایمان لانے سے انسان مومن ہوتا ہے انکی محبت سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے اونکا ذکر عبادت قرار دیا گیا ہے جسکو علماء فریقین نے بھی نقل کیا چند حدیثیں اپنے گھر کی بھی ملاحظہ ہوں قال صلعم عنوان صحیفة المومن حب علی بن ابی طالب مومن کے صحیفہ کا عنوان علی ابن ابیطالب کی محبت ہے صواعق محرقہ صفحہ ۷۷
مومن و منافق کی یہ شناخت ہے کہ جو علی کی محبت کرے وہ مومن جو بغض کرے وہ منافق ہے ترمذی صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۶ جلد ۲
علی کا ذکر عبادت ہے مودة القربیٰ صفحہ ۱۴۱
ان احادیثوں کے بعد ائمہ اثنا عشر کے شمائل و معجزات و تبحر علمی کو صواعق محرقہ میں دیکھو کہ ہر ایک امام کے علیحدہ علیحدہ اوصاف لکھدئے ہیں جسکے نقل کرنے سے نہایت طول ہوگا یہاں یہ تو ظاہر ہو گیا کہ جو پیشوائے خلق یا امام امت ہو سکتا ہے وہ یقیناً مومن ہوتا ہے بلکہ ہر معمولی عقل والا بھی اسکو جانتا ہے

کہ امام پر جب ایمان لانا ہر شخص کا فرض ہے اور اوسپر ایمان نہ لانے سے تکمیل ایمان ہوتی نہیں
تو پھر اوس امام کے ایمان کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے معرفۃ امام میں اگرچہ بکثرت
حدیثیں موجود ہیں اس مقام پر محض یاد دلانا ہی کافی سمجھتے ہیں ارشاد ہوتا ہے من
مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ جو شخص بغیر اپنے زمانہ کے امام کی معرفت
کے مرجائے وہ موت جاہلیت پر مرا اب ہم اس مقام پر اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس مضمون
کی بھی حدیث لکھیں جس سے ائمہ علیہم السلام کے نام ظاہر ہوں عن مسلم بن قیس
الہلالی عن سلمان الفارسی رض قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاذا
الحسین علی فخذیہ وہو یقبل عینیہ ویقبل فاہ وہو یقول انت سید ابن السید وانت
حجۃ ابن الحجۃ وانت امام ابن الامام ابو حجج تسعۃ من صلبک تاسعہم قائمہم
مودۃ القربی صفحہ ۴۳ مسلم بن قیس ہلالی نے سلمان فارسی کی زبانی بیان کیا
کہ حضرت سلمان نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس وقت امام حسین آنحضرت
صلعم کے دوش مبارک پر تھے اور آنحضرت صلعم اونکی آنکھوں اور منہ کے بوسے
لیتے تھے اور فرماتے تھے اے حسین تو سید ہے اور سید کا فرزند ہے تو حجت اور حجت کا
بیٹا ہے اور تو امام ہے اور امام کا فرزند ہے اور نو حجتیں تیرے صلب سے پیدا ہونگی
کہ نواں اونمیں کا قائم ہے۔

عن اصبغ بن نباتہ عن عبد اللہ بن عباس رض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یقول انا و علی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون
معصومون۔ مودۃ القربی صفحہ ۴۴ اصبغ بن نباتہ نے عبد اللہ بن مسعود کی زبانی
بیان کیا کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا فرمایا میں اور علی اور حسن اور حسین
اور نو حسین کے فرزند مطہرون و معصومون ہیں اب بھی کیا ایمان ائمہ میں شبہہ
ہو سکتا ہے کیا معصوم اور طاہر پر کفر کا الزام لگایا جاسکتا ہے سمجھو اور سوچو۔

اسی مضمون کی حدیث ایک تفسیر صافی صفحہ ۴ اپر ہے جو آیہ تطہیر کے تحت میں درج ہے
فرمایا آنحضرت صلعم نے انہا انزلت فی وفی اخی وفی ابنتی وفی ابنی وفی تسعۃ من ولد
ابنی الحسین خاصۃ لیس معنا احد غیرنا فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ آیہ تطہیر میری اور
علی اور میری بیٹی اور دونوں بیٹوں اور نو میرے بیٹے حسین کے فرزندوں کی شان میں
بالخصوص نازل ہوئی ہے ہمارے سوا ایسا ہی ہم میں شریک نہیں۔

ان تین حدیثوں سے تو آئمہ کے اسمائے مطہرہ ظاہر ہو گئے لیکن سمجھنے والے
سمجھ گئے چونکہ ہم نے اصول کافی کے صفحات کا پتہ دیدیا ہے کہ آئمہ کے جداجدا
اسمائے مطہرہ موجود ہیں لہذا اب اہلسنت کی کتب سے علاوہ صواعق محرقہ کے
جسمیں مختصر سوانح بھی درج ہیں ایک اور قول نقل کرتے ہیں اس مقام پر صاحب کتاب
فرماتے ہیں کہ آنحضرت م کے مرکز ہیں آنحضرت م کے آباء و اجداد سردار رہے جنکی تعداد
بارہ ہے فیلزم ان یکون الائمۃ اثنا عشر کما ان الخط منتھیا عدد اثنا عشر فالخط
المتنازل اثنا عشر وہم علی والحسن والحسین وعلی ومحمد وجعفر وموسی وعلی ومحمد
وعلی والحسن ومحمد صلوات اللہ علیہم اجمعین مطالب السئول صفحہ ۱۹ یعنے پس
یہ لازم ہے کہ آئمہ بارہ ہوں جیسا کہ خط حیثیت الا بارہ تک ہوا اسی طرح نزول
بھی بارہ کی طرف ہو اور وہ علی اور حسن اور حسین اور علی اور محمد اور جعفر اور موسی اور
علی اور محمد اور علی اور حسن اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں ان تمام حدیثوں سے
معصوم وطاہر ہونا امام ہونا پایا گیا کیا آپ معصوم کو اور طاہر وامام کو فاسق منافق
یا کافر کہسکتے ہیں اگر اب بھی کچھ شک ہو تو یہ حدیث سن لیجئے اور بس کہ
عن جابر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوما بحضیرۃ المہاجرین
والانصار یا علی لو ان احدا عبد اللہ حق عبادتہ ثم شک فیک واہل بیتک
فی انکم افضل الناس کان فی النار مودۃ القربی صفحہ ۴۲ جابر رض کی زبانی

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے ایک روز مہاجرین وانصار کی موجودگی میں ارشاد فرمایا اے علی اگر کوئی خدا کا بندہ اوسکی عبادت کا حق ادا بھی کر دے اور پھر تجھہ میں اور تیری اولاد میں یہ شک کرے کہ تم تمام آدمیوں سے افضل ہو یا نہیں تو وہ دوزخ میں جائیگا۔

سوال | جناب امیر کی خلافت بلافصل ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہونیکی ضرورت ہے کہ اوسکو داخل ایمان تسلیم کیا جائے۔

جواب | اس سوال میں لفظ خلافت اور لفظ قطعی دلیل صراحت طلب ہیں جو مقدمہ جواب کے عنوان سے لکھا جاتا ہے۔

خلافت بمعنی سلطنت و مملکت فی الارض کے ہے اور خلیفہ بمعنی سلطان معظم کے (قاموس) اسی لحاظ سے کلکتہ کو دارالخلافہ لکھا جاتا تھا اب دہلی دارالخلافہ ہے اس معنی کی خلافت بلافصل جناب امیر کی زمین پر تمکن حاصل ہونیکی ثابت نہیں بلکہ یہ خلافت حضرات شیوخ ثلاثہ کی ہمارے اور اہلسنت کے نزدیک ثابت ہے اسکے بکثرت شواہد موجود ہیں۔

اور لفظ قطعی دلیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ خلافت سے مراد خلافت دینی فی الاسلام ہے یہ خلافت شارع کے مقرر کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور اہلسنت کے نزدیک اہل الحل والعقد کے ہاتوں سے متحقق ہو جاتی ہے۔

قطعی دلیل سے مقصود حجت شرعیہ ہے اور وہ آنحضرت صلعم کا قول و فعل ہے نہ کہ حضرات صحابہ کا قولہ تعالی اتجادلوننی فی اسماء سمیتموها انتم وآباءکم ما نزل اللہ بہا من سلطان یعنے تم اونکے ناموں پر مجھسے حجت بکڑتے ہو اور جھگڑتے ہو کہ جو تم نے اور تمہارے باپوں نے اونکے نام رکھہ لئے ہیں اللہ نے کوئی دلیل اونکے لئے نازل نہیں کی اسی بنا پر درانساۃ اللبیب صفحہ ۹۹ پر ہے ان الحجۃ کلام النبی دون تاویل الصحابی

وان قول المعصوم حجۃ اذا ثبت وجب العمل بہ انہ لا یترک بقول غیرہ یعنی آنحضرت
صلعم کا کلام حجت ہی صحابی کا تاویل کرنا حجت نہیں ہو سکتا اور یقیناً معصوم کا
کلام حجت ہے جسوقت ثابت ہو جائے تو اوسپر عمل کرنا واجب ہی اور کسی غیر کے
قول پر وہ ترک نہیں کیا جا سکتا۔

پس انہی بنا پر خلافت بلافصل اہل الحل والعقد کی قایم کردہ قطعی دلیل سے
نہیں ہو سکتی سوائے اسکے کہ جو خلافت من عند اللہ ہو وہ یقیناً حجت شرعی اور
دلیل قطعی ہے یہاں پر یہ مغالطہ دیا گیا ہے کہ معنے امام گردانیدن و خلیفہ ساختن
ہمین است کہ اللہ تعالٰے در دلہائے مردم آن شخص کہ ساختہ پرداختہ انہا اعتبار دارد
القا فرماید کہ خلائق وے را رئیس سازند یا بتائید آسمانی و اقبال غیبی او را بر خلائق مسلط
کند اگر لیاقت این کار دارد امام عادل است والا امام جائر (تحفہ اثنا عشری عقیدہ
چہارم) یہ بھی عجب پر لطف عبارت ہے اسلئے کہ یہ بنا بر مشیت الہی نظام
عالم اور انتظام سیاست تکوینی دنیوی کے متعلق تمام جہان میں رائج ہی چونکہ باقتضائے
مشیت خلیفہ عادل بھی ہوتا ہے اور جائر بھی لہذا امور دین اسلام میں اوسکے لئے
حقانیت کی قطعی دلیل بوجہ عموم نہیں ہو سکتی انہی کو امام نوادی نے شرح مسلم
صفحہ ۴۷،۳ جلد ۲ میں نقل کیا ہے۔ اور یہی طریقہ ملوک و سلاطین دنیوی کے بنانے
میں جاری ہی کہ ارکان دولت کے دلوں میں اسکا القا ہو جاتا ہے کہ فلاں کو تاج و تخت
سلطنت و مملکت سے مشرف کر دیا جائے اور وہ عادل بھی ہوتا ہے اور جائر بھی
نکل آتا ہے۔ مناسب مقام ایک روایت کیطرف اشارہ کیا جاتا ہی کہ استخلاف
شیوخ ثلاثہ پر جو ناخوشی صحابہ کی ظاہر ہوئی اور سقیفہ کے چٹاپٹ فعل سے قبیلہ
انصار کو ندامت ہوئی جسکو ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھدیا ہی اور استخلاف
صدیقی کیوقت جو صحابہ نے صدیق نامدار پر طعن کی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۶

وازالۃ الخفا وسنن الترمذی ومستدرک وریاض النضرہ وتاریخ الخمیس وصواعق محرقہ)
اور عبد الرحمن بن عوف کو استخلاف عثمان پر ندامت اوٹھانی پڑی اور صحابہ نے
اونکو ملزم قرار دیا کتاب الامامۃ والسیاسۃ وشرح قصیدۃ الہمزیۃ لابن الحجر بانہ قال
کان عبد الرحمن ہجر عثمان لما امر اقاربہ فقال الناس لابن عوف ہذا فعالک الخ
فنذر عبد الرحمن ان لا یکلمہ ابداً یعنے عبد الرحمن بن عوف نے عثمان کو چھوڑ دیا جبکہ
عثمان نے اپنے عزیز و اقارب کو امیر مقرر کیا تو صحابہ نے عبد الرحمن سے کہا کہ یہ تمہارا
کیا ہوا کام ہے الخ پس عبد الرحمن نے نذر کی کہ کبھی عثمان سے نہ بولونگا اگر ایسے
ہی استخلاف کے شواہد نقل کئے جائیں تو اصل جواب سے دوری ہو جائیگی مگر
اسقدر نتیجہ دکہانا ہے کہ ایسا استخلاف دلیل قطعی نہیں ہو سکتا اس مقدمہ کے
بعد دلیل قطعی شرعی کیطرف توجہ والاتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے سنن انبیاء سابقین
پر نظر فرماتے ہوئے بمصداق آیہ وافی ہدایہ یرید اللہ لیبین لکم ویہدیکم سنن الذین
من قبلکم خم غدیر میں اپنے چچازاد بھائی علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین اور خلیفہ ہزاروں آدمیوں
کے سامنے مقرر فرمایا اور کہلے ہوئے لفظوں میں فرما دیا من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ
جسکا میں مولا ہوں اوسکا یہ علی مولا ہے جسپر عمرؓ نے یا علی اصبحت مولائی و مولی کل
مومن کی مبارکباد اوا فرمائی (مشکوۃ صفحہ ۵۷۱ و مسند احمد) (وحدیث غدیر مسند احمد
صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۰ و مشکوۃ صفحہ ۵۷۱ وغیرہ) بلکہ یہ حدیث غدیر متواتر بھی تسلیم کیگئی ہے جسمیں
کسیطرح کا شبہ نہیں ہو سکتا محض اس امر میں بحث ہے کہ مولی کے معنے کیا ہیں۔
ہر چند لغت میں مولی کے معنے —— ۲۸ —— ۲۹ —— ہیں مگر باب فضائل میں
شرعاً قطعی ممنوع ہے کہ کوئی کسی مقتدر شخص کو سوائے خدا کے اپنا مولی نہ کہے
چنانچہ مشکوۃ صفحہ ۴۳۱ پر ہے قال صلعم لا یقل العبد سیدہ مولائی فان مولاکم اللہ
فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ غلام اپنے سید کو مولانہ کہے اسلئے کہ تمہارا مولا تو خدا ہے

جب یہ لفظ مخصوص خداوند عالم کیلئے ہے اور علی ہی کیلئے مستعمل ہوا اس سے معلوم
ہوگیا کہ یہ حدیث صحیح مسلم و مشکوٰۃ کی حدیث مخصص ہے تو اب اس لفظ کے معنے اور
استعمال میں ہیچ شرعی اور رکیک شبہات پیدا کرنے بنا بر اصول شریعت کے قابل التفات
و لائق احتجاج و معتبر ہونے احتمال کے تسلیم نہیں ہو سکتے چنانچہ اتقان صفحہ ۱۹۹ مصری

فما ورد بیانہ عن صاحب الشرع ففیہ کفایۃ عن فکرۃ من بعدہ وما لم یرد علیہ بیان فھو
تفتیشہ حینئذ فکرۃ اہل العلم بعدہ یعنے جس چیز کا صاحب شرع نے بیان کیا ہے اسمیں دوسروں کی
ہوا اس سے کوئی اور بعض فکر کیجائے اور جس چیز کا بیان وارد نہیں ہوا وہاں اہل علم
اوسوقت میں فکر کر سکتے ہیں - اور واقعیا استخلاف خدا بر تعم بالاتفاق فریقین وارد
ہو چکا اب اوسمیں فکر کرلی اور قیاسی احتمال پیدا کرنا اور رکیک تاویلوں سے اوسکو
لنگڑا کرنا عظیم جسارت ہے یہ خیالی گھوڑے میدان شرع پر قدم نہیں اوٹھا سکتے
یہ اصول شریعت سے ہے کہ قول معصوم حجت ہے جس وقت بدرجہ ثبوت کو پہنچے
وہ یقیناً واجب العمل ہوگیا وہ کسی غیر کے قول کے سبب سے ترک نہیں کیا جاسکتا
(ازالۃ اللبیب صفحہ ۲۰) علمائے اہلسنت نے جو یہ طریقہ اختیار کیا کہ خلافت
جناب امیر پر خلافت سقیفی کو جو اوسکے قیاسی ہے مقدم جاکر رکھ دیتے ہیں
کہ یہ اونکی خلافت کی زمانہ پر محمول ہے کمال جسارت ہے اسمیں شارع کے
قول کو متروک اور سقیفی کو جو اپنے خود ساختہ ہے کہنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ اصول
احکام شریعت سے بالکل منحرف و مستروک ہے کیونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے

ما بال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط
لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط کتاب اللہ
احق وشرط اللہ اوثق (مسلم صفحہ ۴۹۴ جلد ۱ و سنن ترمذی صفحہ ۲۴۲
جلد ۲) یعنے قوموں کو کیا ہو گیا کہ لازم و واجب کرتے ہیں ایسی شرطوں کا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بلکہ قرآن سے موجود ہیں جن کی طرف [illegible] اشارہ بھی فرمایا تھا اور

وہ بھی جاتا رہا اور فنا ہو گیا [illegible] بلکہ عالم شی [illegible]

[illegible]

[illegible] اور [illegible]

اہل سنت خود بھی قائل ہوئے کہ بیشک نماز نجات دلانیوالی ہے جو ہمنے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا لیکن مُصحف مزاج ناڑ گئے کہ ہمارے مولوی کا دعوی بیجا دعوی ہے اصلیت کچھ نہیں اسی سبب سے اونکے مُنصف دل نے نہ چاہا کہ عالم و فاضل سے وعدہ علو پورا نہ کیا جائے لہذا مذہب اہلسنت کو چھوڑ دیا اور شیعوں میں آملے۔

چونکہ زبانی مناظرہ کی اطلاع حاضر جلسہ تک محدود ہوتی ہے اور جو لوگ موجود نہیں ہوتے وہ اوسکی خبروں کو صدق و کذب دونوں پر محمول کر سکتے ہیں شیعہ اپنی کہتے ہیں اور اہلسنت اپنی اونکو کسکا یقین کر نا چاہئے اور یہاں یہہ اور بھی لطف ہے کہ جسکو خود صدر بنایا اوسکے ہی فیصلہ کو جھوٹا بتانے لگے کل تو وہ مسلمہ فریقین صدر تھا آج اوسکو نزاع کا لقب عنایت ہوگیا پیشہ نزازی آپکے نزدیک تو برا نہ ہونا چاہئے کیا آپنے نزازوں کو خلیفہ تجویز نہیں کیا۔

الغرض چونکہ باہر کے حضرات جلسہ مناظرہ سے واقف نہیں اس سبب سے ہم نے بحث تحریف کو ذرا بسیط کیا مختصر بیان کیا جس سے عام و خاص سب مطلع ہوجائیں اور مناظر صاحب سے ایفاء وعدہ کا تقاضا کیا جائے کیونکہ کریم وہ ہے جو وعدہ کرے وفا بھی کرے۔ اگر راستباز او صادق الوعد ہیں تو ہلحق میں آملیں ہم نے اسی غرض سے امتحان مقابلہ کے طریقہ پر ۲۰ روایات شیعہ متعلق تحریف قرآن اور اوسکے جواب میں دو چند سے بھی زائد اخبار اہلسنت دکہلائی گئیں ہیں تا کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ کی مثل نہ رہے اور یہہ مناظرہ درایت کی حد کو پہونچ جائے جس سے مناظر صاحب اہلسنت بھاڑ تکی نادیدہ اپنے تکیہ کلام

(زلزلہ افگن عجیب منظر۔ قابل تماشا۔ قیامت خیز وغیرہ وغیرہ) سے باز آجیو
جو اونکی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں ان روایات کو دیکھکر انشاء اللہ کبھی
ایسے کلمات زبان پر نہ لائینگے۔

اخبار اہلسنت کے مختصر فوائد | موازنہ سے قبل کی روایات سے

مفصلہ ذیل فوائد برآمد ہوئے اول یہ کہ جو مصاحف عہد رسالت میں
مرتب ہوئے تھے اونمیں سوائے الفاظ قرآن کے آیات کی تفسیریں بھی
شامل تھیں اور انحضرت نے اونکو جائز بھی رکھا تھا اور وہ عہد شیخین میں
اپنے حال پر قائم رہیں محرق القرآن حضرت عثمان نے ماسوی القرآن کے
حیلہ سے تمام مصاحف کو جلوا دیا دوسرے یہ کہ اصل قرآن میں جو آیہ
رجم اور آیہ رضاعۃ داخل تھیں اونکو بکری کہا گئی لہذا اب قرآن بے
کم و کاست نہ رہا تیسرے کاتبین کی غلطی بھی اس قرآن میں موجود ہے
جو بجائے میثاق الذین اوتوا الکتاب کے میثاق النبیین لکھدیا ہے یا
بجائے ووصی کے وقضی موجود ہے چوتھے اسم اقدس امیر المومنین بولہ
ان علیا مولی المومنین اور وکفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب
عہد رسالت میں داخل قرأت تھا اور وہ قرآن ہی ہو سکتا ہے اوسکو
ساقط کر دیا جسکی وجہ سے طلباء توخیر اون مطروحات کو تو دیکھتے نہیں
اور مناظرہ میں دریافت کرتے ہیں کہ اگر امامت من عند اللہ ہوتی تو ذکر
امامت اور امیر المومنین کا اسم مبارک قرآن میں موجود ہوتا اس کی جگہ
خلفاء ثلاثہ کو ضرور فائدہ ہو گیا لیکن خدا تک پہونچنے والوں کا جو نقصان
عظیم ہوا اوسکو خدا ہی جانتا ہے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند
پانچویں روایت حضرت عائشہ و حمیدہ سے ظاہر ہے کہ قبل حضرت عثمان میں

آیات قرآنی کی کاٹ چھانٹ ہوئی ہے اسمیں جسقدر بھی تحریف قرآن کے دفع کرنے
میں نسخ آیات و رفع آیات از اذہان و حافظہ کے قواعد بنائے گئے ہیں یا
اور قرآن مدون کو مجمع علیہ امت قرار دیا گیا ہے یہ سب حامیان
خلافت کی کارسازی ہے اصلیت وہی ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ
میں تحریف قرآن ہوئی ہے باعتراف امام رازی و حافظ سیوطی و شیخ
الاسلام عسقلانی یہ قرآن زمانہ صحابہ میں ہی متواتر نہ تھا ساتوین تمام
روایت سے قدر مشترک کمی و تغیرات الفاظ اس قرآن میں ثابت ہے جو ایک کو
کاملیت کے اعتقاد کو منافی ہے۔

نمبر ۲ | روایات موازنہ اہلسنت کی شان زائد افسوسناک ہے اور کسی روایت
مستدرک حاکم بصراحت ہذا حدیث صحیح الاسناد و بلفظ و صححہ الحاکم و بسند صحیح
مظہر ہے کہ فی الواقع قرآن متقرو میں کمی ہو گئی ہے اسکی ہوئی صحیح ابن خزیمہ
جو بخاری سے بھی صحت میں اقدم ہے (دراسات اللبیب) او سمیں لفظ خلق سورہ
واللیل میں اور بسم اللہ ہر سورہ پر اور سورہ الحمد و معوذتین قرآن میں زائد
کہی جانی ثابت ہیں اور اوسی میں سورہ الخلع و الحفد اور مثل سورہ برأت کے
ایک سورہ کا ہونا پھر اونکا ساقط ہو جانا بھول جانے کے بعد مروی ہے یہ
نسیان وہ نہیں جو خدا کی طرف سے ہو اگر یہ من عند اللہ ہوتا تو اون آیات
کی جگہہ دوسری آیات نازل ہوتیں بلکہ یہ نسیان صحابہ کو بقول ام المومنین
حضرت عائشہ لم یقدر منہ الا علی ما ہو الآن کے ہے جیسے کہ انسان سال
بھر میں حفظ شدہ کو بھول جاتا ہے نہ جائیکہ پانچ سال یا دس سال زمانہ
خلافت میں متروک ہو جائے وہ کیونکر یاد رہ سکتا ہے اور اوسمیں بعض ائمہ
کا باعتراف ابن الانباری کے لفظ او رود الدخول قرآن سے ملحق کر دینا

تسلیم کیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلف سالفین قرآن کو تختہ مشق بنائے ہوئے تھے -

اور اوسمیں قرأۃ قطعیہ متواترہ معنویہ آیہ انی انا الرزاق کو قرأۃ شاذہ کہنا نہایت جسارت ہے وہ بھی محض اسوجہ سے کہ اب وہ قرآن مدون نہیں بلکہ ان اللہ ہو الرزاق لکہا ہوا ہے یہ سراسر نفسانی اجتہاد ہے حالانکہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ قرأۃ صحابہ متواترہ ہے اور تابعین کی قرأۃ شاذ کہی جاتی ہے اور ابن مسعود کی یہ قرأۃ وہ ہے جسکو ابن مسعود نے آنحضرتؐ سے سیکہا تہا اوسکو آج شاذ کہدینا علانیہ سنت رسولؐ سے انحراف ہے اور قواعد اصول و دینداری سے نہایت بعید ہے اور اوسمیں قرأت عثمان کی سرسبزی کیلئے جو عہد رسالت میں پیدا ہی نہ ہوئی تہی مقولۂ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کی تصدیق و تصحیح جو اوس مرتد نے بحالت ارتداد تحمیق آنحضرتؐ میں کیا تہا علیم حکیم لکہدوں یا تو فرماتے ہاں سب صواب ہے یعنی عزیز حکیم یا علیم حکیم دونوں صحیح ہیں ایسے شخص کے قول سے آج سند لیگئی تاکہ قرأۃ عثمانی جو قرأت منصوصہ ابی بن کعب و ابن مسعود کے مخالف ہے اس مرتد کے قول سے جائز ہو جائے اور اوسمیں فتح الباری کی روایتیں جواز قرأۃ عثمان مخفی ہیں اسوجہ سے ہوش ربا ہیں کیونکہ عمر فاروقؓ کو (جو قرأۃ واحدہ کے قائل ہیں) یاد تہی اس خدشہ میں بیٹہ گئے کہ دوسری قرآن کی قرأۃ نہیں ہو سکتی اور دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے آیہ قرآنی حضرت عمر کی یاد کے خلاف پڑہی حضرت عمر نے کہا اسکو اسطرح پڑہا اسکا ذکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں ہوا تو رسالت مآب نے فرمایا قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے پس جس قرأۃ پر بہی پڑہو گے تم صواب پر ہو گے قرأۃ قرآنمیں

جھگڑا اگر وہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اوس شخص کی قراۃ اور عمر فاروق کی قراۃ میں لفظی اختلاف تھا جیسے قولہ الفتۃ اور البتۃ کہ حضرت عمر کو سرتبہ قاریوں سے اختلاف قراۃ میں جھگڑا کرنے کا اتفاق رہا اور جواب مد مقابل کے موافق ہی مطلب کر دیا مگر اونکی طبع رسا نے ہر مرتبہ جواب علٰحدہ ہرگز اختیار نہ کیا امام بخاری نے بھی قصہ اختلاف قرأت کا جو حضرت عمر و ہشام کے درمیان ہوا نقل فرمایا ہے جسکے تحت میں متعدد مقصد حضرت کے فتح الباری میں مذکور ہیں

تیسری حدیث فتح الباری صفحہ ۹۴۴ جلد ۲۰ میں یہی یہی قرأۃ کا نزاع مذکور ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مینے زیدؓ اور ابی بن کعب اور ابن مسعود سے سورہ قران پڑھا ہے اون سبکی قراۃ علیحدہ علیحدہ ہے آنحضرت صلعم نے سکوت فرمایا اور امیر المومنین آنحضرت کے پہلو میں بیٹھے تھے فرمایا جیسے تم تعلیم کئے گئے ہو پڑہو یہ حدیث شیعوں کیلئے ایک زبردست دلیل ہے۔

توجیہات مرویات شیعہ

کافی کی احادیث تو از قسم ضعاف کتاب مرآۃ العقول سے منقول ہوئیں وہ میدان مصاف میں احتجاج کے قابل نہیں اور خدشات سے خالی نہیں اونکے لئے یہ کہنا کہ صاحب العصر علیہ السلام نے اونکو ملاحظہ فرمایا اور سبکو صحیح فرما دیا ہے نہایت عجیب غریب ہے اسکی اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کریں ہاں یہ ایک دعوی بلا دلیل ہے جسکی سند مانگنا صاحب اہلسنت کے ذمہ لازم ہے رہیں باقی مرویات کتاب احتجاج کی جو منقول صاحب تفسیر صافی ہوئی متوال پر غریب ہوئی ہیں جس سلسلہ پر کافی کی اخبار ہیں لہذا وہ بھی اعتنا و عمل کی قابل نہیں اور غیر معتقدہ قسم احاد کی ہوئیں ہیں ہیں اونکی حجت پر زور نہیں دیا جا سکتا تاہم علاوہ تاویل حدیث قدسی و تفسیر قران کے کہا جاتا ہے کہ قولہ اکثر ثلث قران یا بعض آیات کا ساقط ہو جانا یا بدلا جانا

اکثر روایات اہلسنت کے دیکھنے سے ذکر کیا ہے مثل حدیث ابن عمر کے جو موافقہ
میں گذری اور اقبال مجرم کا اقرار ثبوت جرم کیلئے کافی ہے کوئی وجہ نہیں کہ
اوسکو صحیح نہ مانا جاوے لیکن جو کچھ نقل ہوا اوسکی شہادت اون اقرار والے
کے ہوا اونکے گھر نہو اور اونکے موجود ہیں پورے طور سے ہوتی ہے لہذا ہم اون
روایات کو ضعیف السند یا منقطع نہیں سمجھتے مگر ہاں اونکی تائید ضرور نہیں ہوتی
ممکن ہے کہ ضعیف ہو اور ممکن ہے کہ صحیح ہوں لیکن اونپر ہمارا عمل نہیں ہے قولہ
انہم اشتروا فی الکتاب الی آخرہ سے ظاہر ہے کہ اسمیں تحریف معنوی والوں کی
شکایت ہے کہ اونہوں نے قرآن کے معنے عوام کی دہوکہ دہی کیلئے بدل دیے
اسکا یہ ترجمہ کرنا کہ قرآن میں وہ باتیں درج کر دی ہیں الخ بالکل غلط ہے
مگر یہ کہئے کہ مناظرہ نہیں ہوتا مجادلہ ہوتا ہے کسطرح حریف کو زیر کر دیں
ہزاروں دہوکے دئے جاتے ہیں اور عوام پر طرح طرح کے الفاظ کا اثر ڈالا جاتا ہے
اس عبارت کے لفظی معنے یہ ہیں کہ یقیناً اونہوں نے کتاب اللہ میں وہ معنے ثابت
کئے ہیں جو خداوند عالم نے نہیں فرمائے ہم اسکی صداقت دکھلاتے ہیں
قولہ تعالے ووجدک ضالا فہدی تفسیر کبیر میں مجاہد وسدی کی سند سے مروی ہے
کان علی دین قومہ اربعین سنۃ قال ووجدک ضالا عن الہدی فہداک یعنی
آنحضرت صلعم قبل بعثت چالیس برس تک مشرکین قریش کے مذہب پر تھے
انتہی مختصراً امام رازی فرماتے ہیں عند اصحابنا ہذا غیر ممتنع عقلا لانہ جائز فی العقول
ان یکون الشخص کافراً فیرزقہ اللہ الایمان ویکرمہ بالنبوۃ یعنے ہمارے اصحاب
کے نزدیک یہ ممتنع نہیں ازروے عقل کے اسلئے کہ عقلیں جائز رکھتی ہیں کہ
کوئی شخص کافر ہو پس خدا اوسکو ایمان عطا فرماوے اور نبوت سے سرفراز فرماوے
نعوذ باللہ یہ تحریف معنوی کے ثبوت میں عبارت احتجاج کیلئے ایک حصہ کافی

کرنیوالا شمہ ہے پس اگر فرمایا ولیس یسوغ مع التقیۃ التصریح باسماء المبدلین
تو کیا غلط ہی اسکی شہادت کتب اہل سنت سے مل رہی ہے کہ بسبب
تسلط و جبروت مبدلین کے اونکے نام ظاہر کر نہیں سکتے یقیناً خوف تہا یہ فقیہ نگار نے
تو تحریف معنوی کی ہے اخبار اہل سنت کی تو الحاق الفاظ موجود ہے جسکو
ہم بیان کر آئے ہیں و قولہ والذی بدا فی الکتاب من الازراء علی النبی من
فریۃ الملحدین یعنی وہ شئی جو کتاب اللہ میں ظاہر ہوئی عیوب نبی اونکے وہ ہی
کا دروغ بستہ ہے پس اسکے لئے بھی وہ ہی تفسیر کبیر کی روایت تصدیق کرنیوالی ہے
کیونکہ بدا فی الکتاب میں تو لفظ قرآن رہے اور اوسکے معنے اسطرح کو بیان
کرنا کہ جن سے برائی ظاہر ہوتی ہے یہ ملحدین کا کام ہے لہذا یہ بھی معنوی
تحریف کیطرف راجع ہے۔

ہم تو تاویل و توجیہ روایات سے مستغنی ہو گئے کیونکہ اہل سنت کی روایات
اس کثرت کو پہونچ گئی ہیں کہ حد نہ رہی اور ہماری روایات جو کچھ کہ نقل ہوئی
ہیں اول تو وہ بہت کم ہیں اور انکا یہ حال ہے کہ جسکی معمولی توجیہ ہو سکتی ہے
جیسا کہ ہم ظاہر کر چکے البتہ اہل سنت کی گردن پر بار ہے کیونکہ جب خود مرتکب
ہر قسم کی تحریف کے قائل اور ناقل ہیں پھر روایات تفسیر عیاشی وغیرہ
کچھ بھی نہ رہیں اسلئے کہ ان سبکی تاویل حدیث قدسی سے ہو گئی اور فصل الخطاب
و انوار نعمانیہ میں جو تحریف کا ذکر ہے اور اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ کہا ہے
وہ محض اس سبب سے کہ محرفین کے اقوال کثرت سے دیکھے اور مجرموں کا
اقرار صاف طور پر پایا اب مناظر صاحب اہل سنت اپنی روایات معتبرہ وقطعی
الدلالۃ پر غور فرمائیں جن تینوں سوالوں کو ما لا ینحل سمجھا تھا ہم نے اونکا جواب
امتحان مقابلہ میں دیدیا مناظر صاحب اپنی اوراق الفرقان صفحہ ۱۷ ابر

پہلے لکہتے ہیں۔

قولہ جن روایات کو حضرات شیعہ روایات تحریف کہتے ہیں انکو انہیں تین اقراروں کے کیساتھہ پیش کریں جن تین اقراروں کیساتھہ ہم نے اپنی روایتیں پیش کی ہیں

اقول مناظر صاحب اہل سنت کی خصلت سے تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے اقراروں کی بہی صورت ہوگی جیسے آپکے اوس اقرار کی ہے کہ مجمع عام میں آپ نے تبدیل مذہب کیلئے کیا تہا اور جسکا پورا کرنا دوسرے حضرات کے ذمہ ہو گیا اور اب جو الزال ہیں مصداق مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید الخ بنا رہے ہیں پیدا کی ہیں اسپر ایفاء کرنیکا وعدہ ہی ہم نہیں اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ یہ بلکہ ہو سکتا ہے آپ نے جب ایک کے جواب میں تین چار سن لین اور حرکت بہی نہ ہوئی تو یہاں کیا کروٹ لینگے۔

قولہ یعنے ہمارے علماء کا یہ اقرار کہ یہ روایات متواتر ہیں

اقول مناظر صاحب نے کتب شیعہ سے کب روایات متواتر پیش فرمائی تہیں بلکہ آج شیعوں سے مطالب فرماتے ہیں عماد الاسلام میں تو عبارت مرتضی تلک الاخبار التحریف فی الجملہ مذکور ہے اگر اس فی الجملہ کے معنے آپکی سمجھ میں متواتر کے ہیں تو ہم نے اس متواتر سے کہیں بڑہ چڑہکر آپکو مقابلہ میں دکہا دیا جسمیں حدیث کتب مشکوۃ عن ابن مسعود کو عالم دہر طیبی نے کہا فوطوبا بہا قراۃ قطعیہ متواترہ معنویہ فرمایا ہے اگر اسپر ہی حقیت مذہب شیعہ کا خیال فرمائیں تو یقیناً اہل انصاف کی نظر سے گر جانا بعید نہیں آپکی تمام تقاریر کی بہی کوئی وقعت نہ رہیگی اور لفظ متواتر لغوی و اصطلاحی معنے میں مستعمل ہے لیکن اگر آپ جسپر روایات شیعہ کو متواتر سمجہ لیا ہے تو ہم اوسکے دو چند دو

سے چند بالکلیہ اور اضافہ بھی کر کے دکھا دیا یہ تو ذبل متواتر ہو گئیں مگر یہاں اہل سنت کے نزدیک ضعیف اخبار ہی بلکہ قوی اخبار کا حکم رکھتی ہیں اور ان پر عمل کرنا اور اعتقاد رکھنا لازم ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۳ و موضوعات الصغیر ملا علی قاری صفحہ ۸۶) چنانچہ جزم و یقین کیلئے اخبار ضعیف کافی ہیں یہاں امتحانی مقابلہ میں تو کتب صحاح کی متواتر و مشہور اخبار تحریف کی او پچہار لگا دی جن سے یقین کا مرتبہ ظاہر ہو گیا ہے وہ کیونکر کافی و وافی نہ ہونگی۔

قولہ اور ہمارے علماء کا یہ اقرار کہ یہ روایتیں تحریف قرآن مجید پر دلالت کرتی ہیں

اقول ماشاء اللہ کیا مہمل سوال ہے کیا آیات کلینی جو اپنے معنے پر دلالت کرنے میں کسی اقرار کرنیکی قطعاً محتاج نہیں وہ اہل سنت کے مذہب کی رو سے نفاذ حکم میں مکلفین کے اقرار پر معطل ہو سکتی ہیں کیا اسیطرح مفہومات و مدلولات حدیث بھی کسیکے اقرار پر موقوف ہوتے ہیں بلکہ اقرار تو کیا خیر در کار تو علماء ایکطرف خود صحابہ کے عملیات سے ثابت کر دیا کہ وہ ساقط شدہ آیات کو پڑھا کرتے تھے جو حضرت عثمان کے زمانہ میں ساقط کر دی گئی تھیں خیال تو کیجیئے کیا اگر وہ زمانہ رسالت میں منسوخ یا منسی ہو جاتیں تو پھر یا کسطرح رکھتے یا انکے نسخ سے جامعین ضرور مطلع کر دیتے اور انکی تلاوت سے باز رکھتے مگر ایسا ہوا نہیں لہذا نہ وہ منسوخ ہوئیں اور نہ بھلائی گئیں۔ فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیرا۔

قولہ اور ہمارے علماء کا یہ اقرار کہ انہیں (فرضی) روایات کے مطابق اہل سنت تحریف قرآن کے معاذ اللہ معتقد ہیں الخ

اقول واہ جناب اس سوال میں اقرار و اعتقاد میں آپنے صحابہ کی بیعت

دکہا دیا کہ وہ زبانی اقرار کرتے تہے اور دلمیں اعتقاد نہ رکہتے تہے -

کیا آیہ یقولون بافواہہم ما لیس فی قلوبہم پارہ ۴ رکوع ۸ کے مصداق علماء اہلسنت ہی ہیں کہ دلمیں تو انکار اور زبان پر اقرار ہے گروہ شیعہ پر ناحق اعتراض ہے کہ تقیہ کے نام سے شیعوں نے جہوٹ کو جائز کرلیا ہے انشاء اللہ عنقریب تقیہ کا بہی جواب آویگا -

اسکے بعد مناظر صاحب فرمائیں کہ صلحاء سنت کا عمل اعتقاد کے بعد ہوا کرتا ہے یا بغیر اعتقاد قلبی کے بہی وہ اعمال بجالاتے ہیں ہم اخبار صدر میں حضرت عمر کا آیات ساقط کردہ کو زید بن ثابت کے پڑہنے کا اقرار اور ام المومنین حضرت عائشہ کا یہ اقرار کہ آیہ رجم اور آیہ رضاعت کو بکری کہا گئی اور سورہ احزاب دو سو آیتیں تہیں مگر جب حضرت عثمان نے قرآن مرتب کیا تو کوئی قادر نہ ہوا جو ان دو سو آیتوں کو پڑہتا مگر اوسیقدر جو اب حضرت عثمان کے مصحف میں ہے اور حمیدہ بنت ابی یونس کا یہ اقرار آیہ الصفوف الاول قبل متغیر کردینے حضرت عثمان کے پڑہی جاتی تہی غرض کہ باستثنہ سے کچہ کم و بیش روایتوں میں جو کچہ بہی علماء عظام و صحابہ کرام نے تحریف قرآن کا اقرار فرمائے ہیں وہ بغیر اعتقاد کے ہیں یا اونکا اقرار انکے موافق اعتقاد تہا اور صحابہ کرام کا اوس پر عمل کرنا کب کسیکے اقرار کا محتاج ہو سکتا ہے -

دفع دخل مکرر اگر ناعاقبت میں اسکی تاویل یہ فرمائیں کہ وہ قرآنی آیتیں جو اخبار و آثار مذکورہ سے ظاہر ہوتی ہیں منسوخ ہوچکی تہیں اور صحابہ کو اونکے منسوخ ہونیکی اطلاع نہ ہوئی تہی جو اونکو تلاوت کرتے تہے اونکی مختصر دید ہم گذری اور اب ہم بطور یاددہانی کے عرض کرتے ہیں کہ نسخ کا قائل مرتکب تکذیب چند امور کا ہوا اول آنحضرت صلعم کی حدیث جسمیں

ہدایت ہوئی ہے کہ ابی و ابن مسعود وغیرہما سے قرآن سیکھو غلط ہوئی جاتی ہے کیونکہ اونہیں کی قراۃ زائد منسوخ قرار پاتی ہے اور عرضہ اخیرہ ابن مسعود کی قراۃ ہی تو اونکی بیخبری اول تو عقل سلیم کے خلاف ہے دوسرے آنحضرتؐ پر الزام عائد ہوتا ہے اسلئے کہ نسخ سے یہ لوگ بیخبر ہیں اور بیخبر رہنگے پہر بہی آنحضرت نے یہی ہدایت فرمائی کہ قرآن انسے سیکھو۔

دوسرے ام المومنین عائشہ و حمیدہ کا یہ فرمانا کہ قرآن میں تغیر و تبدل حضرت عثمان کے قرآن جمع کرنیکے وقت ہوا ہے اور کیا حضرت عمر کا منسوخہ آیہ کو پڑہتے رہنا اونکے علوم دینیہ کو ثابت رکہہ سکتا ہے پہر یہ علامہ طیبی محدث جلیل کا ابن مسعود کی قراۃ کو قراۃ قطعیہ کہنا اور تواتر معنوی کا اقرار کرنا جہوٹ کیونکر ہوگا نہ اونکو جاہل بیخبر کوئی بنا سکتا ہے۔

تیسرے جو نسخ کا قائل ہے وہ یہ بتائے کہ ان منسوخہ آیات کی آیات ناسخہ کونسی ہیں جو اونسے زائد مفید یا مثل اونکے ہوں بغیر آیات ناسخہ کی موجودگی کے نسخ کا دعوی کرنا ایک عظیم افترا ہے کیونکہ نسخ و نسیان کے بارے میں آیہ وما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا (ہم کسی آیت کو منسوخ یا بہلاتے نہیں جبتک اوس سے بہتر یا اوسکی مثل نازل نہ کریں) ناطق ہے اس نسخ و نسیان کے دعوی دار جامعین قرآن سے بہی پوچہکر جواب نہیں دیتے سوائے اسکے کہ وہ بہی یہی کہدینگے کہ بیشک ہم سے یہ آیات فرو گذاشت ہوگئی ہیں جنکو علماء متاخرین نے ہماری عزت سنبہال لینکے لئے اور ہماری حرمت کا لحاظ رکہتے ہوئے منسوخ و منسی سے تعبیر کردیا۔ اور آیہ وما ننسخ الخ سے ثابت ہے کہ نسخ و نسیان آیہ کا ہوتا ہے نہ کہ سورۃ یا ربع قرآن کا۔

اس اعتراض کی تصدیق اہلسنت کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ مذہب کے قائم رکہنے کے سبب سے اس قسم کی ترمیمات و اصطلاحات ہوتی رہتی ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ اس میدان میں ہزاروں خار اور خشک کانٹے موجود ہیں ہم اس مقام پر صرف مسئلہ نسخ کو دکہاتے ہیں کیونکہ تمام بحث اسی میں ہے ملاحظہ ہو دراساۃ اللبیب علامہ میر محمد معین سرہندی کے صفحہ ۲۴۳ کو جس سے نسخ کا راز بالکل کہل گیا فرماتے ہیں۔

الاول النسخ فالقسم الاول منہ وہو النسخ الثابت بالنص الی قولہ واما القسم الثانی وہو النسخ الاجتہادی الخ اس سے ظاہر ہوگیا کہ شریعت اسلام میں علماء اہلسنت کو یہ بہی اختیار ہے کہ جس حکم پیغمبر کو جاہیں منسوخ کردیں یہ انہیں حضرات کا کام ہے کہ حضرت عثمان کی غلطیوں کو چہپانیکے لئے تحریف قلم پیغمبر پر پانی پہیر دیا چند قطرہ باران سنگ بڑا یہ دنیداری کہ خود ہی تحریف کرتے جائیں اور جو اوس تحریف کی سند پیش کرے کافر و مرتد قرار دیں نعوذ باللہ پہر مسلمان ہونیکا دعوی۔ مصرعہ

ہزار کفر سے بدتر ہے یہ مسلمانی۔ مگر ہاں اب ہم بہی اوس کفر کے قائل ہیں اور بخوشی تسلیم کرتے ہیں جو آیہ ومن یکفر بالطاغوت میں وارد ہے جو احکام شریعت کو منسوخ کرتا ہے وہ ضرور طاغوت ہے اوس سے کفر کرنا عین ایمان بالقرآن ہے۔

اگر حقیقت میں حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن پر اتفاق و اجماع صحابہ کا ہوتا تو ابن عباس اشارہ حکم زید بن ثابت کی قرأۃ کو اختیار نہ کرتے (در منثور صفحہ ۳۰۵ جلد ۶) اور ابن مسعود یہ تمنا نہ کرتے کہ اگر میرا قابو مصحف عثمان پر ہوتا تو میں بہی وہی عمل کرتا جو عثمان نے میرے مصحف سے کیا

یعنے یہیں پر مصحف عثمان کو جلا دیا مہر یہ کہ اجماع کیلئے یہ نہ ہوگا زوری نہ چلائی
نہ صحابہ کو زد و کوب کیا جاتا اور نہ ابی و ابن مسعود کی قرائتیں باقی رہتیں اور
زمانہ گذر جانیکے بعد انکی قراۃ نہ کیجاتی چنانچہ شارح نیر و دی ابن مسعود
کی قراۃ کو نقل کیا ہے کہ زمانہ امام اعظم اہل سنت تک قراۃ مشہورہ کیجاتی
تھی جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے چنانچہ انکی یہ عبارت ہے۔

اما المنقول فمثل قراۃ عبد اللہ بن مسعود فی کفارۃ الیمین قولہ تعالے فصیام
ثلاثۃ ایام متتابعات وقد کانت ہذہ القراۃ مشہورۃ الی زمن ابی حنیفۃ یہ قراۃ مشہورہ

اجماع صحابہ کو باطل کرتی ہے اگر در اصل اور باعتبار واقع کے اس قرآن پر
جو حضرت عثمان کا جمع کردہ کہا جاتا ہے اجماع ہوتا تو قاریان قراۃ ابن مسعود
زمانہ مصحف اول تا مصحف ثانی تک اجماع سے یقیناً انحراف نہ کرتے اور وہ سب
کافر حقیقی شمار ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا اور اگر یہ ضد ہے تو پہلے بنا بر عمل قراۃ مشہورہ
ابن مسعود کا کافر ہونا قبول کیجئے پھر باوثوق ذریعہ سے اگر بنیں تو تدبیر مناظر صاحب
اہلسنت بتائیں ورنہ اسلام کی صورت تو وہ دیکھ نہیں سکتے اصل یہ ہے
کہ اپنی بدعت کے جاری کرنے میں اجماع صحابہ کی آڑ پکڑتے ہیں ورنہ اجماع
امت کی اصلیت سقیفہ بندی کے دن زور و زبردستی و اجبار و استیلا و قہر
و غلبہ کی بنا پر قرار پا چکی ہے پس خواہ مخواہ زور زبردستی کا نام اجماع امت
رکھ لیا ابن ابی الحدید معتزلی کی شہادت ملاحظہ ہو جو شرح نہج البلاغۃ
صفحہ ۲۴۳ جلد ۲ پر موجود ہے ان بعض الملوک ربما احدث قولاً او دیناً لہوی
فیحمل الناس علی ذلک حتی لا یعرفون غیرہ کنحو ما اخذ الناس الحجاج بن یوسف
بقراۃ عثمان وترک قراۃ ابن مسعود وابی بن کعب وتوعد علی ذلک بدون
ما صنع ہو وجبابرۃ بنی امیۃ الی قولہ فما مات الحجاج حتی اجمع اہل العراق

علی قراۃ عثمان مختصر ترجمہ یہ ہے کہ بعض بادشاہ بسا اوقات کوئی قول [illegible]
اپنے نفس کی خواہش سے ایجاد کرتے ہیں پس لوگوں کو اوسکے اختیار کرنیکی تکلیف
دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ سوائے اوس قول یا دین کے اور کچھہ نہیں پہچانتے
جیسا کہ حجاج نے قراۃ عثمان پر لوگوں کو مامور کیا اور ابن مسعود و ابی بن
کعب کی قراۃ ترک کرنیکے لئے نہایت شدت سے منع کیا گیا جو لوگ اون دونوں
کی قراۃ اختیار کئے ہوئے تھے اسپر مجبور کئے گئے کہ قراۃ عثمان اختیار کریں اور
اونکی قراۃ کو چھوڑ دیں پس حجاج ہمیں جبر کرتا رہا تک کہ اہل عراق قراۃ عثمان پر
مجتمع ہو گئے اس واقعہ کی تائید روایت شارح بزدوی سے ہوتی ہے کیونکہ
حجاج امام اعظم کے زمانہ میں تہا جسمیں ابن مسعود و ابی بن کعب کی قراۃ
جاری تھی کشاف صاحب نے حجاج کی جبر و تعدی کو نہ لکھا چونکہ مکروہ و خلاف
اجماع امت ہے البتہ اسکو لکھدیا کہ یہ قراۃ اس زمانہ تک جاری تھی بہر طور قراۃ
حضرت عثمان پر حجاج ظالم کے ہاتوں سے اجماع امت ہو گیا ایسے اجماع کی
سبب سے قائل تحریف کو آج کافر کہا گیا مناظر صاحب اہلسنت مع اپنے
مریدوں کے مصداق حدیث بخاری صفحہ ۹۰ جلد ۳ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم
قلیلا و لبکیتم کثیرا کے روئیں اور اگر قساوت قلبی سے رونا نہ آئے تو سیرت حضرت
ابو بکر پیروی اقتدا کی پر عمل کریں (مدارج النبوۃ قصہ اساری بدر) اسلئے کہ قراۃ
حضرت عثمان کے حامی کفریات ثلاثہ کے مرتکب ہوئے اور اوسپر اصرار ہی کرتے
ہیں۔

سوم اہل اسلام کو قرآن مدون رسول سے محروم رکہا چنانچہ بخاری صفحہ
۷۵۳ جلد ۳ پر ہے عن عبد العزیز ابن رفیع قال دخلت انا و شداد بن
معقل علی ابن عباس رضی اللہ عنہما فقال لہ شداد بن معقل اترک النبی

جواب نمبر ۹

صلی اللہ علیہ وسلم من شئی قال ماترک الا ما بین الدفتین قال ودخلنا علی محمد بن الحنیفہ فسألناہ فقال ماترک الا ما بین الدفتین یعنی شداد بن معقل نے ابن عباس سے دریافت کیا کہ آیا کچھ آنحضرت صلعم نے ترکہ چھوڑا ہے تو جواب دیا کہ کچھ نہیں چھوڑا مگر دو پشتوں کے درمیان (قرآن) راوی کہتا ہے کہ ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اون سے بھی یہی سوال کیا اور یہی جواب ملا۔

اب حامیان قرأۃ عثمانی نے آنحضرت صلعم کے اوس مدون قرآن سے صریح انحراف کیا یا نہیں خدا جانے وہ قرآن کہاں پوشیدہ کردیا اور از سر نو زید بن ثابت کی قرأت پر جمع کیا گیا حالانکہ دیانت تو اسکی مقتضی تھی کہ آنحضرت صلعم کے قرآن کی موجودگی میں اپنا ترتیب کردہ قرآن نہ جاری کرتے مگر یہ اور بات ہے کہ آنحضرت صلعم کا مصحف اونکی خلافت مرضی تھا اور زید بن ثابت ایسے جلیل القدر صحابی ہیں کہ وہ دل سے امیر المومنین سے منحرف رہتے تھے (استیعاب) پھر کیا نہ مصحف رسول صلعم سے فضائل امیر المومنین کو ساقط کرتے جو بعنوان تفسیر قرآن کے اوسمیں موجود تھے یہ انحراف ہی اسکا باعث ہوا کہ زید بن ثابت قرآن جمع کرنے پر مامور کئے گئے۔

دوسرے قبیح انحراف یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا تھا کہ قرآن کو ابی بن کعب و ابن مسعود و سالم و معاذ سے سیکھو (بخاری صفحہ ۱۰۴ جلد ۲ و صفحہ ۱۰۱ جلد ۳) برخلاف اسکے دونوں خلیفوں نے ان اصحاب اربعہ سے قرآن نہ جمع کرایا جو زمانہ حضرت ابوبکر میں زندہ تھے اور عہد حضرت عثمان میں ابی و ابن مسعود بقید حیات موجود تھے اسپر طرہ یہ ہو کہ ابی بن کعب کو حضرت عمر نے محض اس جرم پر پٹوایا کہ لوگ انکے پاس قرآن سیکھنے کیلئے جمع ہوا کرتے (احیاء العلوم صفحہ ۹۰ جلد ۳) حالانکہ خود ہی حضرت عمر نے فرمایا ہے

ابی و اقضانا علی الخ (بخاری صفحہ ۷۶۰ جلد ۳) یہ تناقض بھی قابل ملاحظہ ہے
کہ خود قراءۃ میں ابی کی تاسی کرتے جاتے ہیں اور تعلیم قرآن میں اونکو امام بناتے ہیں
پھر خود ہی ابی کو مجرم قرار دیں عجب گڑبڑ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا پھر تو یہ
بھی ایک اجتہادی مسئلہ ہے کہ حضرت عمر قراۃ ابی کو اخذ کریں اور حضرت عثمان
ناپسند فرمائیں چاہے آنحضرت کے حکم کے خلاف ہی کیوں نہو اسکے بعد حضرت
عثمان نے سیرت خلیفہ دوم کو برخلاف حکم رسول کے ابن مسعود بیچارے پر
جاری کردیا جس سے اوس غریب صحابی رسول کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور جرم بھی
یہ بھی قرار دیا گیا کہ تم اپنا قرآن جسکو آنحضرت کے حضور میں جمع کیا تھا ہمارے
ہاتوں میں جلانے کیلئے کیوں نہ دیا حقیقت میں فرمان رسول خذوا القرآن
من اربعۃ و حدیث احفظونی فی اصحابی کی تعمیل ان خلفاء راشدین نے خوب
ہی کی جس سے لوگوں کو یہ بھی شناخت نہ رہی کہ حقیقی حکم رسول کونسا ہے حضرت
عثمان نے یہ اور بھی استزاد کردیا کہ مصاحف زمانۂ رسالت میں ابی بن کعب و
عبداللہ بن مسعود و ابوالدرداء و تمیم داری و زید و سعد بن عبید و ابو زید
و مجمع بن جاریہ و سالم مولی ابی حذیفہ و ابو موسی اشعری و معاذ بن جبل
و عبادہ بن ثابت و زید بن ثابت و ابوایوب انصاری اور خود حضرت علی ان
کے مدون فرمائے تھے چونکہ اونمیں تفاسیر قدسی شامل تھیں لہذا اون سبکو
حضرت عثمان نے جلادیا (اتقان و ازالۃ الخفاء وغیرہما) پھر جنکو آنحضرت
صلعم نے اپنے عہد میں جائز رکھا تھا وہ عہد حضرت عثمان میں اس قابل ہو گئے
تھے کہ اونکو جلایا جانا تجویز کیا گیا۔

تیسرے حدیث منصوص آنحضرت علی مع القرآن و القرآن مع علی (صواعق محرقہ)
اور نیز حدیث ثقلین جو وارد ہوئی ہے لن یفترقا حتی یردا علی الحوض بتحقیق

جواب نمبر ۹

نہیں کہ جناب امیر سے ہی قرآن اخذ کیا جاتا پھر یہ کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب
اللہ و عترتی سے بھی ظاہر ہے کہ قرآن بصورت کتاب ہو کیونکہ وہ متروکات رسول
سے امت کی تمسک کیلئے موجود تھا اور حدیث صدیقی ان اللہ اذا اطعم نبیاً
طعمۃ فھی الذی یقوم مقامہ (یعنے جب اللہ کسی نبی کو لقمہ ہی دیتا ہے تو وہ اوسکا قائم
مقام کیلئے ہی ہے) اثر و غلط ثابت ہوئی کیونکہ آنحضرتؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ابوبکر
سے قرآن سیکھو یا ابوبکر کے ساتھ قرآن ہے وہ قرآن کے ساتھ ہیں لہذا اس سے
صاف پایا گیا کہ یہ نہ رسولؐ کے قائم مقام ہیں اور نہ متروکہ رسولؐ کے مستحق ہیں
بہرحال امیر المومنین سے قرآن اخذ کیا جاتا جسپر ذرا بھی التفات نہ کیا گیا اور
دشمنان امیر المومنین سے جمع کرا لیا گیا یہ آنحضرتؐ کے حکم کے خلاف ہے یا نہیں
یہ تینوں مہلکات اونکے نصیب میں قضا و قدر نے لکھدئے تھے جسکا کوئی چارہ
کار اب نہیں ہو سکتا اور لطف یہ ہے کہ جو جامعین قرآن آنحضرتؐ کی بارگاہ سے
قرآن کے جمع کرنے پر مامور نہ ہوئے تھے اونسے جمع کرا کر یہ ناز کیا جاتا ہے کہ جو اس
قرآن مدون کو جو آنحضرتؐ کے خلاف حکم جمع کیا گیا ہے بے کم و کاست نہ سمجھے وہ
دائرہ اسلام سے خارج ہے افسوس کیا اسیوجہ سے آنحضرتؐ کو ہذیان بتایا
گیا تھا کہ اپنے تجویز کردہ مذہب کی اشاعت کریں اور رسول برحقؐ کے کلام کو
معاذ اللہ ایک بکواس سے تعبیر کردیں اسی کی پیشینگوئی خداوند عالم نے
فرمادی تھی وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجوراً (اور
اوسوقت رسول فرمائینگے اے میرے پروردگار اس قرآن کو میری قوم نے مہجور
کر دیا) اسی لئے آنحضرتؐ کو بھی پس پشت کہا گیا آہ آہ رسول کی آنکھیں بند نہ
ہونے پائیں جو اہلبیت و قرآن تو درکنار خود رسول سے ہی کنارہ کر لیا اور
جسکی بدولت سلطنت پر قابض ہوئے اوسی کو ہذیان بتانے لگے گیا یہ

احسان فراموشی نہیں ہے۔

اب ہم مختصر لفظوں میں اوس قرآن کا لے کم و کاست ہونا دکہاتے ہیں جسکے انکار پر اہلسنت کے نزدیک سافر عائد ہوتا ہے وہ قول حضرت عثمان کا ہے جو فرماتے ہیں ان فی القرآن لحنا یعنے قرآن میں لفظاً نحوی غلطی موجود ہے تفسیر کبیر صفحہ ۴۵ جلد ۶ ان ہذان لساحران میں وہ غلطی ظاہر ہے پس جو لوگ اس قرآن موجودہ کو بے کم و کاست منزل من اللہ ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں یقیناً اونہوں نے خداوند عالم کو ناداں و جاہل سمجھ لیا کہ وہ قواعد نحو سے بھی ناواقف تھا جو بجائے ان ہذین لساحران کے ان ہذان لساحران فرما دیا اور جبرئیل امین بھی عربی زبان سے اسقدر ناواقف تھے کہ اونہوں نے بھی خدا سے عرض نہ کیا کہ غلطی ہے بلکہ کہیں راستہ میں ہی اوسکی اصلاح کر دیتے یہاں تک کہ رسول امی نے بھی اپنی زبان قریش میں اس ظاہر غلطی کو نہ سمجھا جو آج فخر الدین رازی اعتراض نہ کرتے اسیر ہی کیا خدا نے تکمیل دین کی آیت نازل کی ہے استغفر اللہ من ہذا الادعا یہ ہیں اہلسنت کے مذہب کا اصل اصول جو حضرات ثلاثہ کی پیروی میں انحرافات ثلاثہ مذکور کے سبب غارت ہوا اسپر بھی ہم راکبان سفینہ نجات و متمسکین بالثقلین سے سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارا ایمان بالقرآن ہے ماشاء اللہ چشم بد دور رسول سے تو کہا حسبنا کتاب اللہ اور اوسکے بعد جلا دی کتاب یزدانی۔

خاتمہ مناظر صاحب اہلسنت نے ۲۰ روایتیں اور اقوال علماء شیعہ کی نقل فرمائیں مگر ناقلین روایت کا یہ قول نہ ثابت کر سکے کہ ہمارا اعتقاد بھی ان روایات تحریف پر ہے کیونکہ یہ مسلمات قوم سے ہے کہ نقل الروایۃ لا یدل علی مذہب الراوی تاہم وہ بیس روایتیں جو منقد

وغیر منعقد وضعیف ومرسل وغیرہ بانذکور سمجھیں اونکی تاویل بھی کیگئی اور اونکے خلاف سید مرتضیٰ علم الہدیٰ وابن بابویہ وشیخ الطائفہ الطوسی وصاحب تفسیر الوافی واخوند ملا مجلسی ہیں کہ اخبار کافی کو انہوں نے اپنی تنقید میں از قسم ضعاف شمار کیا ہے (دیکھو مرآۃ العقول) خصوصاً ابن بابویہ علیہ الرحمۃ نے اس صراحت کے فرقہ شیعہ کا اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ اب کوئی گنجائش باقی نہ رہی جسکو ہم نے مختصراً شروع جواب میں تحریر کیا ہے۔

تبصرہ جواب | مناظر صاحب اہل سنت کا یہ اعتراض کہ شیعوں کا ایمان بالقرآن نہیں ہو سکتا سراسر لغو ہے اسلئے کہ ایمان لانیکے لئے قرآن کا پاس ہونا ضروری نہیں کیونکہ صحف ابراہیم وموسیٰ موجود نہیں ہیں مگر اونپر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے نزول قرآن میں کسیکو انکار نہیں ہے البتہ بحث واختلاف قرأۃ وتبدیل کی حروف میں ہے۔ مناظر صاحب اہل سنت کا یہ فرمانا کہ ہم تحریف کے قائل نہیں اور شیعوں کے علماء کا یہ اقرار ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی یہ روایتیں تحریف پر دلالت کرتی ہیں اور یہ اقرار وہ اقرار ایسا اسکو تو ہم نے دکھا دیا لیکن اب مناظر صاحب مہربانی فرما کر اسقدر تو علماء سنت کی سیرت سے ظاہر فرمائیں کہ اون احادیث وروایات اہل سنت کی تکذیب یا ضعیف ہونا بھی ہے جنکو ہمنے دکھایا مگر ہم یہ یقین سے کہتے ہیں کہ حشر تک اسکو ثابت نہ کرسکینگے لہذا یاد رکھیں کہ علماء اہل سنت کا اخبار تحریف سے سکوت فرمانا حکم اجماع سکوتی کا رکھتا ہے ہمپر جو واجب تھا اوسکو ہمنے پورا کردیا اب آپکو اختیار کہ اپنے فرض کو پورا کریں یا نکریں اس تمام بحث کو دیکھکر اہل انصاف شیعوں کو تحریف کا قائل بتائینگے یا اہل سنت اور اونکے صحابہ کو۔

سوال نمبر ۱۰ | کیا شیعوں کا ایمان حضرت محمد صلعم کی نبوت ورسالت پر ہے

یا ہو سکتا ہے۔

جواب اگر شیعہ خدانخواستہ کسی جھگڑے ضدی مستبدی شکی کے مقلد بھی
یا ہو جائیں تو البتہ آنحضرت کی نبوت و رسالت سے انکار کرینگے اور کلمہ
ان ہذا الرجل لیہجر سے اوس مقدس رسول کو یاد کرینگے اسلئے کہ اون دعویداران
اسلام کا ایمان نہ قبل صلح حدیبیہ تحقیق ہوا اور نہ اوسکے بعد آسیہا جی یا یوم قرطاس
رفو چکر ہو گیا (شفا قاضی عیاض) ورنہ شیعوں کو تو عمدہ مواقع تبلیغ آیا تو تذکور
الصدر معرفت رسول میں دستیاب ہوئے اور اہلبیت رسول اور قرآن سے ہمیشہ
متمسک رہے یہی کیا کم ذریعہ ہے جسکے سامنے تواتر کی بھی کچھ حقیقت نہیں
ہاں یہ ذریعہ اہل سنت اور اونکے پیشواؤں کو نصیب نہیں ہوا اور نہ اونکو
اور نہ اونکے ہادیان مذہب کو تواتر سے حصہ ملا مفصلہ ذیل شواہد سے اسکی تصدیق
ہوتی ہے سنن ترمذی صفحہ ۲۴۳ قال علی کنت اذا سالت رسول اللہ صلعم
اعطانی واذا سکت ابتدانی (امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میں جب آنحضرت ع
کچھ دریافت کرتا تھا تو مجکو عطا فرماتے تھے اور جب خاموش ہو جاتا تو خود
آنحضرت صلعم تعلیم دینے کی ابتدا فرماتے تھے) صواعق محرقہ عن ام سلمہ قالت
کان رسول اللہ صلعم اذا غضب لم یجترئ احد ان یکلمہ الا علی (جب آنحضرت
غضبناک ہوتے تو کوئی شخص آنحضرت سے کلام کرنیکی جرات نہ کرتا تھا
مگر جناب امیر) اور حدیث مشہور انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم
فلیات الباب (میں شہر علم ہوں اور علی اوسکا دروازہ جو شخص علم حاصل
کرنیکا ارادہ کرے پس وہ دروازہ پر آجائے) مطالب السئول ابن طلحہ میں ہے
وانتساب الشیعۃ الی علی ظاہر (جناب امیر سے شیعوں کا انتساب کرنا ظاہر ہے)
پس غور کرنا چاہئے کہ آنحضرت کی رسالت کا علم و عرفان اوسی فرقہ کو حاصل ہوا

جنہنے شہر علوم کے دروازہ پر اپنی پیشانی رگڑی اور آجتک اوسکی دربانی کی
ایسا فخر سمجھے ہوئے ہے بہلا وہ کیا رسول کی رسالت پر ایمان رکہیں جن حضرات
نے باب مدینۃ العلم کو چھوڑکر اون کا دامن پکڑا جو رسالت میں شک کرتے
اور خود آنحضرت کی زبان مبارک سے شرک کی سند پائے ہوئے تھے جنکو اصحاب
حوض کوثر پر جانے سے روکیں اور شیعوں کیلئے تو ایمان برسالت میں حضور
کی حدیث حدیث کیا معنے جنت کا قبالہ کافی ہے جو ارشاد فرمادیا یا علی انت
وشیعتک فی الجنۃ یا علی تم اور تمہارے شیعہ جنت میں جائینگے جنت میں جانا
کمال ایمان باللہ ورسولہ کا نتیجہ ہے کسی مقام پر آنحضرت نے نہیں فرمایا یا
عثمان انت وشیعتک فی الجنۃ بلکہ اوسکے خلاف دو حدیثیں سروقت عثمانیوں
کیجاتی ہیں جو میزان الاعتدال ترجمہ زید بن وہب میں بغیر جرح وقدح کے
منقول ہیں۔
پہلی حدیث عن حذیفہ ان خرج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان حذیفہ سے
روایت ہے کہ جب دجال خروج کریگا تو اوسکی تابعداری وہ لوگ کرینگے جو
حضرت عثمان کو دوست رکہتے ہونگے (میزان الاعتدال ترجمہ زید بن وہب
دوسری حدیث وعنہ قول عمر یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین حضرت عمر کا قول
حذیفہ نے بیان کیا کہ فرمایا اے حذیفہ خدا کی قسم میں منافقین سے ہوں (میزان
الاعتدال ترجمہ زید بن وہب) اب آپ فرمائیں کہ ان دو گروہ میں کون
فائز ہے اور شیعوں کے ایمان برسالت کو اپنے علما فحول صاحب شرح تجرید
وشرح مقاصد وشہرستانی وصاحب ملل ونحل وغیرہم سے دریافت کیجئے وہ
آپکو بتا دینگے کہ تہتر فرقوں میں اٹہارہ شیعوں کے فرقے ہیں جنمیں ایک فرقہ
امامیہ اثنا عشریہ کا ہے اور آنحضرت نے تہتر فرقوں کو جنمیں شیعہ بہی شامل ہیں ناجی

البتہ فرمایا ہے اور وہی فرقے البتہ مخصوص ہو سکتے ہیں جو رسالت پر ایمان
رکھتے ہوں لیکن دوران مناظرہ میں مناظر صاحب اہل سنت نے یہ فرمایا تھا
کہ چونکہ علماء اہلسنت واقف نہ تھے کہ شیعہ تحریف کے قائل ہیں لہذا انکو مسلمانوں
میں شمار کر لیا ورنہ حقیقت میں وہ کافر ہیں ہم کہتے ہیں کہ مناظر صاحب نے
وہ بڑا بھاری انکشاف خاورہ کا اپنے مذہب یعنی اہل مذہب پر ڈال دیا ہے کہ اب کوئی سنی مسلمان
حیات اسلامی طبیعی سے سر نہیں اٹھا سکتا ہم نہایت ٹھنڈے دل سے کہتے ہیں
کہ مناظر صاحب اسکو حجت شرعیہ سے ثابت کریں ورنہ شیعوں کو کافر بنانے
کی تمام جماعت کی بیخ و بنیاد اوکھڑ گئی پہلے اسوجہ سے کہ اگر تکفیر کی علت یہی
تحریف کا قائل ہونا ہی ہے تو ہم اسکو جواب نمبر ۹ میں ظاہر کر چکے ہیں کہ علمائے صحابہ
و علمائے سنت تحریف کے قائل اور عامل رہے ہیں لہذا وہ تمام اس پہاڑ کے
نیچے آ دبے۔

دوسرے اسوجہ سے کہ حدیث ستفرق امتی علی ثلاث و سبعین فرقۃ کی
تکذیب لازم آتی ہے اسلئے کہ تہتر فرقوں میں اٹھارہ فرقے شیعوں کے علمائے
اسلام نے شمار کیے ہیں جب وہ تہتر سے خارج ہو گئے اور کافر قرار پائے
تو اب صرف پچپن فرقے باقی رہے اس تقدیر پر نظر سے یا تو حدیث رسول کو
جھوٹا قرار دیں تاکہ کفر جلی کا تمغہ ہاتھ لگے یا بہتی بہنا شروع کریں
اور اس کمی عدد کو پورا کریں ورنہ خود مناظر صاحب اہلسنت اس غلط
گولی تکفیر پر اپنے کو کافر عن الحق و ملحد قرار دیکر اعلان کریں۔

افسوس آپ شیعوں سے سوال کرتے ہیں کہ تمہارا رسول پر ایمان ہے
یا نہیں کبھی حضرت عمر سے بھی دریافت کیا کہ حضرت آپنے رسالت میں
شک کیا ہے یا نہیں اور آپنے آخر وقت رسول کو ہذیان بتایا ہے یا نہیں

یا حضرت ابوبکر سے دریافت فرماتے کہ شریک آپ نبوت میں کہاں ہے جسکی خبر آنحضرت صلعم نے دی ہے وہ تو یوں کہیئے کہ آنحضرت کا آپ کو کب اعتبار جو جو خلیفہ صاحب فرمائیں قرآن وحدیث سے بڑھکر ہے حدیث و قرآن سب خلیفہ صاحب کی سامنے منسوخ وہ جلادیں تو نقصان نہیں [illegible]

سوال نمبر ۱۱ | کیا شیعہ اپنے اصول مذہب اور اپنی کتب معتبرہ کی رو سے بتا سکتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفٰے صلعم نے کس دین کی تعلیم دی تھی۔

جواب | مناظر صاحب کے سوال سے یہ تو ظاہر ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کی شیعوں کو تعلیم فرمائی ہے کیونکہ یہ سوال اسوقت کیا جاسکتا ہے کہ پہلے اسکو تسلیم کیا جائے کہ کچھ تعلیم کیا ہے رہا یہ امر کہ کس دین کی تعلیم دی ہے پس مناظر صاحب کے اس تردد نے دنیا کو ہلادیا اسوجہ سے کہ عقیدت مناظر صاحب کو معلوم ہوگیا کہ آنحضرت کی تعلیم محدود علی دین اللہ نہ تھی بلکہ آپکی تعلیم میں کفار و مشرکین کے بھی دین شامل تھے کیونکہ خود ہی شیعوں کو کافر فرماتے ہیں اور خود ہی تعلیم رسول کی سوال۔ مگر خیر یہ بدظنی تعلیم رسولؐ سے مخبر ہے کہ مناظر صاحب پریشان خاطر ہو رہے ہیں قائل ہاشتراکت منصب رسالت الایوسف کے ہیں (درمنثور صفحہ ۲۷۰ جلد ۳) بس اسقدر فرق ہے کہ وہ جسارت مشیر یا الشاف آنحضرت صلعم کو ان ہذا الرجل لیہجر کہنے پر دربار رسالت سے نکال دیئے گئے تھے جسکے بعد کسی روایت سے ظاہر نہوا کہ اونکی رسائی دربار رسالت میں ہوئی اعمال بھی حبط ہوگئے اور دربار سے بھی نکالے گئے آج مناظر صاحب اہلسنت بھی رسالت میں شک کرتے نظر آرہے ہیں مگر مناظر صاحب تعلیم رسول میں مترددحق بجانب ہیں کیونکہ مناظر صاحب نے اپنی کتب معتبرہ اور علما اہلسنت کے اقراروں سے جان لیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے

سورہ والنجم کی قراۃ میں نماز کیوقت بعد قولہ تعالے افرءیتم اللات والعزی
ومنات الثالثہ کے اپنے صحابہ کو تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن لترتجی
(یعنے وہ لات وعزی ومنات بڑی گردنوں والے ہیں اور میں البتہ اون سے
شفاعت کا امیدوار ہوں) تعلیم فرما دیا تھا اس روایت کو شیخ مکیہ میں
ایک جماعت علماء کے مذہب کی بنا پر صحیح پایا ہے افسوس ہزار افسوس
اس گرانے پر تعلیم رسول نے اپنا کچھ بھی اثر نہ کیا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ
اوس آفتاب رسالت میں تو وہ نور تھا جسکی روشنی سے عالم منور ہو گیا
مگر سنگدل اور سیاہ قلب والے حضرات کا قصور تھا کہ اوس سراج منیر سے مستفید
نہ ہو سکے سلف تو اپنا مرکوز خاطر ہمیشہ پوشیدہ رکھتے رہے مگر انحضرت کے بعد
سب قلعی کھل گئی جیساکہ امام بخاری صاحب نے حذیفہ یمانی سے نقل کیا ہے
قال انما کان النفاق علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاما الیوم فانما ہو الکفر
بعد الایمان (بخاری صفحہ ۱۵۲ جلد ۴) یعنے انحضرت صلعم کے زمانہ میں کفر در دل
تھا پس آج کے دن بعد ایمان کے کفر ظاہر ہے - اب اس چودہویں صدی کے
کفریات کی تو کوئی حد ہی نہیں جسطرف کی ہوا چلتی ہے اوسطرف لوگوں کا رخ
ہوجاتا ہے واضح ہو کہ انحضرت صلعم نے شیعوں کو حدیث ثقلین ہدایت فرمائی ہے
جو تمام علوم اصول و فروع و اسرار خفی و جلی کی جامع ہے جسمیں مافرطنا فی
الکتاب من شئی جزو اول ہے اور الحقنا بہم ذریتہم جزو ثانی پس ان ہی
دونوں سے ہم شیعوں کو کافی تمیز حرام و حلال خیر و شر کی اور اچھے برے کی شناخت
حاصل ہو گئی چنانچہ آیات ثلاثہ مذکورہ تحت سے حضرات ثلاثہ کی معرفت ہو رہی ہے
اول آیہ من یرتد منکم عن دینہ ہے دوم آیہ فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا
الایہ ہے سوم آیہ انقلبتم علی اعقابکم ہے -

بقیہ جواب مذکور | اب ہم دوسرے طریقہ سے عرض کرتے ہیں آنحضرت نے
جس مذہب کی تعلیم فرمائی وہ مذہب شیعہ ہی تھا جسکا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے
اور اہلسنت کا جو مذہب ہے اوسکی مذمت بھی ساتھ ساتھ فرمادی ہے
قولہ تعالے فوجد فیہا رجلین یقتتلان ہذا من شیعتہ وہذا من عدوہ پارہ ۲۰
رکوع ۵ حضرت موسیٰ نے دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک اونکے شیعوں میں
سے تھا اور ایک اونکے دشمنوں میں سے وقولہ تعالے وان من شیعتہ لابراہیم
پارہ ۲۳ رکوع ۷ - اور یقیناً ابراہیم اونکے شیعوں میں سے ہیں وقولہ تعالے
ان فرعون علا فی الارض وجعل اہلہا شیعا یستضعف طائفۃ منہم الآیہ پارہ
۲۰ رکوع ۴ یقیناً فرعون اوس زمین میں غالب تھا اور اوسکے اہل کو اوس نے
چند گروہ بنا دیا اونمیں سے ایک گروہ کو کمزور رکھتا اونکے بیٹوں کو ذبح کرتا
اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا یقیناً وہ فساد کرنیوالوں میں سے تھا (شیعوں پر ظلم
کرنیکے سبب خدا کی درگاہ سے فسادی ہونیکا سارٹیفکٹ ملگیا) ان آیات سے
ظاہر ہے کہ شیعہ ممدوح ہیں اور مذہب سنت کے مذمت میں ارشاد ہوتا ہے
کذلک نسلکہ فی قلوب المجرمین لایؤمنون بہ وقد خلت سنۃ الاولین پارہ ۱۴
رکوع ۱ ہم مجرموں کے دلوں میں ایسا ہی ڈالدیتے ہیں وہ اسپر ایمان نہ
لائینگے جس حال میں کہ اگلوں کی روش یہی ہو چکی ہے وقولہ تعالے
وما منع الناس ان یؤمنوا الآیہ یہ آیات تو عام لوگوں کے دکھانیکے لئے لکھی
گئیں لیکن ہم اس مقام پر ایک اشارہ دکھاتے ہیں کہ اہلسنت اجماع کے قائل
ہیں اور جب سے اجماع شروع ہوا اوسی وقت سے شیعہ اور سنی کا
قصہ شروع ہو گیا چونکہ یہ مسئلہ جداگانہ ہے جسکو تفصیل کیساتھ ثابت
کرنا باعث طول ہوگا لہذا اس جز کو بھی دیکھ لیجئے۔

قرآن میں جس جگہہ ہی دیکھئیے یہی پائیے کہ خدا کیطرف سے رسول و نبی کا نائب و قایم مقام مقرر ہوا یہ ہو گا کہ نبی نے دعا کی کہ فلاں کو میرا نائب وزیر مقرر کر دے اور خدا نے اوسکو مقرر کر دیا لیکن اجماع کا کسی مقام پر ملح نہ ہو گی اسکو ہمنے رسالہ استخلاف میں لکھدیا ہے اوسکو دیکھئیے اور جواب کی فکر کیجئے اس سے آپکو اندازہ ہو جائیگا کہ خدا اور رسول نے کس مذہب کی تعلیم دی ہے جناب ہم شیعہ وہ نہیں ہیں کہ ایک بار حکم خدا آئے اور پھر اوسکے خلاف عمل کریں اور پھر آئے اور پھر آئے اور ہمارے دل کو اطمینان نہ ہو بلکہ دم نزع بھی اوسکے ہی خلاف عمل ظہور میں آئے بھلا وہ حضرات رسول سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو رسالت میں شک کریں اور رسول کو ہذیان بتائیں اور اقوال رسول کو مثل معمولی آدمیوں کے سمجھیں جنہے اختلاف کرنا بھی جائز تجویز کیا اور خلاف حکم رسول (تمسک بالثقلین) کے عمر و بکر کا دامن پکڑا ان تمام دلائل کو اگر ترک کر دیا جائے تو محض یہ دلیل ہی کافی ہے کہ ہم شیعوں کا ایمان جب قرآن پر ثابت ہو چکا تو خود بخود ثابت ہو گیا کہ ہم رسول پر ایمان رکھنے والے ہیں فافہم

سوال نمبر ۱۲ کیا شیعہ اپنے مذہب کی رو سے یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت علی کا خصوصاً اور باقی ائمہ کا عموماً کیا مذہب تھا اور یہ کہ انہوں نے خلق اللہ کو کس مذہب کی تعلیم دی تھی۔

جواب چونکہ مناظر صاحب اہلسنت اور اونکے مریدان خاص کو ایک خاص گھبراہٹ تھی اسلئے ایک ہی سوال بار بار کیا کچھہ لفظیں ضرور بدلی ہوئی ہیں ہم نے اسکا جواب نمبر ۸ میں کافی دیدیا ہے اور تتمہ اسکا نمبر ۱۱ میں موجود ہے۔

سوال نمبر ۱۲ کیا شیعہ کسی دلیل عقلی و نقلی سے یہ بتا سکتے ہیں کہ
آل رسول و اہلبیت رسول کون ہیں اور نہ بتا سکنے کی صورت میں کیا وہ
محب اور پیروے اہلبیت و آل رسول کہے جا سکتے ہیں؟

جواب اس سوال کا جواب نمبر ۶ میں گذرا لیکن اسکے بعض الفاظ
ہم لوگ اسپر اعادہ کرتے ہیں کہ پھر کچھ بیان کریں وھو ہذا
دلیل عقلی کو نسب میں کچھ دخل نہیں ہوتا لہذا سوال کا یہ فقرہ کہ دلیل
عقلی سے بتائیں بالکل لغو ہے آل رسول اگر لغوی دلیل سے دیکھا جائے تو
تمام ذریت نبی اولاد علی مرتضی ہیں جنمیں ائمہ معصومین اور اونکے غیر اولاد
امیر المومنین الی یوم القیامتہ داخل ہیں اور اہلبیت نبی اصطلاح شرع اور
آنحضرت کے ارشاد کے بموجب ائمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم الی یوم
المحشر ہیں جسپر فریقین کی احادیث معتبرہ شاہد ہیں چنانچہ کتاب الاکمال و
تفسیر صافی میں آیہ تطہیر کے بارے میں روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے
انما نزلت فی وفی اخی الخ جیسا کہ نمبر ۶ میں مذکور ہوا یہ حدیث منصوص
اس سے اہلبیت کی شناخت ہوئی اگر کچھ فہم دل کیلئے تو کوئی دقت نہیں
بہلا وہ آنحضرت کے ارشاد کو کب قابل قبول سمجھتے ہیں دلنشین تو کلام
ان ہذا الا رجل یہجر ہے اور مبلغ علم صرف اسقدر کہ آیات اور احادیث کے مخاطب
صرف حاضرین عہد رسالت ہیں اونمیں بھی حضرات ثلاثہ خاص الخاص ہیں
جہاں کہیں مہاجرین کا ذکر ہے بس فورا حضرت ابوبکر سمجھے گئے چاہے کہ
نفی موجود ہے فعلی ذلک دافع توہم کیلئے ضرورت ہے کہ چند اخبار عامہ
اور بھی صراحت کریں جن سے اہلبیت کے معنے واضح ہو جائیں ایک
کہ آیہ تطہیر میں لفظ اہلبیت مبہم ہے جسکے سبب سے آخر حضرات کو موقع ملا

اور ارشاد خداوندی کی مخالفت کرنے لگے چنانچہ امام نووی نے شرح مسلم میں
بیت النسب و بیت السکنی و بیت الولادۃ تین اہلبیت کو محمول فرمالیا جنمیں
تمام قریش اور ازواج رسول کو اپنی نافہمی سے داخل کر دیا حالانکہ یہ قرآن
و سنت کے خلاف ہے اصول و قواعد اسلام میں مسلم ہے ما ورد بیانہ عن
صاحب الشرع ففیہ کفایۃ عن فکرۃ من بعدہ و ما لم یرد علیہ بیانہ ففیہ فکرۃ
اہل العلم بعدہ (اتقان) یعنے جس کا بیان شارع سے وارد ہوا ہے اوسکے
بعد وہ بیان فکر کرنے سے خالی ہے اور جس بیان وارد نہیں ہوا تو اہل علم اوسکے
بعد اوسمیں فکر کر سکتے ہیں۔ اب ہم شارع کا بیان اہلبیت کے بارے میں
دکھلاتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ اہلبیت رسول نہ قریش ہیں اور نہ
ازواج رسول نہ اولاد امام حسن علیہ السلام اور نہ تمام اولاد امام حسین علیہ السلام
بجز ان کے جنکے لئے تسعہ من اولاد فرمایا گیا چنانچہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے
النجوم امان لاہل السماء فاذا ذہبت النجوم ذہب اہل السماء و اہل بیتی امان
لاہل الارض فاذا ذہب اہل بیتی ذہب اہل الارض رواہ احمد فی المناقب
والحاکم فی المستدرک و ابو یعلی الحافظ فی المسند و الطبرانی فی المعجم الکبیر والحافظ
السیوطی فی احیاء المیت و اخرجہ المحدث الامام ابن المظفر یعنے ستارے
اہل آسمان کیلئے امان ہیں جب ستارے نہ رہینگے تو آسمان والے بھی فنا
ہو جائینگے اور میرے اہلبیت زمین والوں کیلئے امان ہیں جب میرے
اہلبیت گذر جائینگے تو اہل زمین بھی باقی نہ رہینگے یہ حدیث متواتر النقل
دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت کے اہلبیت [illegible] معصومین میں محدود نہیں ورنہ
انکی وفات سے آج زمین پر کوئی باقی نہ رہتا اس سے ثابت ہے کہ انہیں میں سے
کسی ایک کا وجود بقائے دہر کیلئے ضروری ہے چنانچہ اسکی توثیق

دلائل النبوۃ و مسند امام احمد و مشکوٰۃ وغیرہا میں خاتم الحجۃ کے بارے میں چند
طریقوں سے آنحضرت کی زبانی ماثور ہے فرمایا لاتذہب الدنیا حتی یملک العرب
رجل من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی (دنیا فنا نہ ہوگی مگر یہاں تک کہ ایک مرد میرے
اہلبیت سے عرب کا مالک ہو اوسکا نام میرا نام ہوگا) اور اسی رجل من اہلبیتی کو
دوسری حدیث میں خلیفۃ اللہ المہدی ارشاد فرمایا ہے لہذا اہلبیت رسولؐ خلیفۃ
اللہ یقینی ہوگئے اور اوسی مؤلف صواعق محرقہ کی حدیث ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے
فی کل خلف من امتی عدول من اہلبیتی ینفون عن ہذا الدین تحریف الضالین
وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین یعنے ہر خلف میں میری امت سے میرے
اہلبیت سے عادل ہونگے جو اس دین سے گمراہوں کے محرف کرنے اور
مبطلین کی سخن سازیوں اور جاہلوں کی تاویل کو روک دینگے اس سے بھی
وجود من اہلبیتی ثابت ہے یہ شان قریش اور ازواج رسولؐ سے متعلق نہیں
ہو سکتی کیونکہ تحریف وانتحال وتاویل کو روکنا مخصوص ائمہ وقت سے ہے اسلئے
کہ وہی راسخون فی العلم اور من عندہ علم الکتاب ہیں اور ازواج رسولؐ اس وقت
موجود نہیں جو نفی کنندہ متوہم ہو سکیں اور نہ قریش کلاً وجزاً اولاد شرف خصائص
آنحضرتؐ میں مل سکتے ہیں اہلبیت کا امان اہل ارض ہونا دلالت کرتا ہے کہ
وہی حضرات معصومینؑ شرف اختصاص آنحضرت میں شریک ہیں جسمیں قریش
وازواج کی رسائی بقولہ تعالے والحقنا بہم ذریتہم وبقولہ تعالے وما کان اللہ
لیعذبہم وانت فیہم کے نہیں ہو سکتی پس جسطرح آنحضرتؐ کی ذات بابرکات
موجب امان اہل زمین ہے اسی طرح حدیث صدر میں اہلبیت کو امان اہل
زمین فرمایا گیا اب عدد اہلبیت کی خصوصیت ملاحظہ ہو آیہ وافی ہدایہ
ولقد بعثنا منہم اثنے عشر نقیبا اور ہم نے اونمیں بارہ نقیب مبعوث فرمائے اور

انحضرت نے ان نقباء بنی اسرائیل کی تمثیل اسطرح فرمائی ہے انہ سئل کم یملک
ہذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سألنا عنہا رسول اللہ صلعم فقال اثنا عشر
کعدۃ نقباء بنی اسرائیل ابن مسعود سے کسی نے دریافت کیا کہ اس امت میں
کس قدر خلیفہ ہوں گے تو کہا کہ ہم نے انحضرت سے پوچھا تھا فرمایا کہ بارہ مثل نقباء
بنی اسرائیل کے اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ آیۂ و بعثنا منہم یعنی ان ضرب
المثل کے عدد ائمہ معصومین میں وارد ہوئی ہے کیونکہ قولہ تعالے و لقد صرفنا
للناس فی ہذا القران من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا یہ ضرب المثل ائمہ
کے عدد کیلئے نہایت واضح دلیل ہے پس بخوبی ظاہر ہو گیا کہ یہ ائمہ اثنا عشر ہو ہی
اہلبیت ہیں جن سے رجس کو دور کیا گیا اور اونکے معصوم و طاہر ہونے کی
سند خود خداوند عالم نے عطا فرمائی اور رسول جیسے معصوم و طاہر سے بار بار
لوگوں کے سامنے شہادت دلادی اسکے علاوہ انحضرت صلعم نے حدیث ثقلین
میں اونکی شناخت اسطرح ارشاد فرمائی ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ
و عترتی اہل بیتی الی قولہ و لا تقدموہما فتہلکوا و لا تعلموہم فانہم اعلم منکم (صواعق
محرقہ و در منثور و غیرہما) یعنے میں تم میں دو گراں چیزیں چھوڑے جاتا ہوں
وہ کتاب خدا اور میری عترت ہے جو میرے اہلبیت ہیں پھر ارشاد فرمایا تم
اون دونوں سے مقدم نہ ہونا پس تم ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ اونکو تعلیم دینا
کیونکہ وہ تمسے اعلم ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلبیت رسول اعلم امت
ہیں اسکی موید حدیث رسول ہے کہ فرمایا الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اہل البیت
یعنے الحمد للہ کہ اوسنے ہم اہلبیت میں حکمت کو عطا فرمایا (صواعق محرقہ)
اسکے بعد صاحب صواعق محرقہ فرماتے ہیں انما ہم العارفون بکتاب اللہ
و سنۃ رسولہ (یعنے سوائے اسکے نہیں کہ وہ اہلبیت کتاب اللہ اور اسکے رسول کے

جاننے والے ہیں) اس سے بھی قول اول کی تائید ہوتی ہے کہ اہلبیت وہی
ہیں جو اعلم امت و اعرف بکتاب اللہ و سنت رسول ہیں نہ کہ جو قرآن و حدیث
کو دوسروں پر چھوڑ کر خدا کے خزانچی بنیں اور سبحان اللہ اور مثل انکے الفاظ
قرآن کے معنوں سے ناواقف ہوں اور احکام شریعت سے نابلد رہے ہوں
واضح رہے کہ آنحضرت صلعم کی ذریت طاہرہ کی مذمت یا وعید انکے متعلق
کسی مقام پر قرآن میں وارد نہیں ہوئی بلکہ اوسکا برگزیدہ ہونا آیات کثیرہ
سے ثابت ہے جو اونکی عصمت و طہارت کی کافی دلیل ہے لیکن ازواج
و صحابہ رسول پر اکثر مقامات پر تہدید وارد ہوئی ہے جسکا اعتراف
خود ام المومنین حضرت عائشہ نے بھی فرمایا کہ ما انزل اللہ فینا شیاً من القرآن
الا ان اللہ انزل عذری (بخاری صفحہ ۱۲۵ جلد ۳) یعنی خدا نے ہمارے
خاندان قحافہ کے حق میں کچھ قرآن میں نازل نہیں فرمایا مگر اللہ نے
میرے عذر عفت کو نازل کیا اگر آیہ تطہیر ازواج کی شان میں ہوتی تو ام المومنین
اوسکو فخر کیساتھ ظاہر فرماتیں اور اپنے قول شیاً من القرآن سے اوسکا
انکار نہ کرتیں پھر یہ کہ ام المومنین زینب اور بعض روایات میں ام المومنین
عائشہ کا چادر تطہیر میں شامل نہ ہونا بالکل صریح ہے جس سے انکار نہیں
ہوسکتا اور اگر قریش اہلبیت رسول کے مصداق ہوتے تو اونکے متعلق بجائے
بجائے مدح کے آل الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجورا
(ترجمہ مذکور) نازل نہ ہوتا اس آیہ کی تفسیر میں علامہ زمخشری نے لکھا ہے
کہ قوم سے مراد قریش ہیں جنکی شکایت قرآن چھوڑ دینے کی اس آیت میں
وارد ہوئی ہے یہی سیاق اختصاص پر تمام آل رسول جو اولاد میں ام المومنین
اہلبیت مذکور آیہ تطہیر کے نہیں ہو سکتے نہ حدیث ثقلین الو النبی سے متعلق ہو

اسکی دلیل قرآن سے ملتی ہے ارشاد ہوتا ہے واولوا الارحام بعضہم اولی
ببعض خداوند عالم نے بعض اولی الارحام کو بعض سے اولی ہونیکا حکم
کردیا ہے اور اونہیں خاص کو وارث کتاب اللہ و افضل خلق گردانا
اونہیں حضرات سے امت کو تمسک کرنیکا حکم فرمایا وہی باعث امان اہل
ارض ہیں۔

سوال نمبر ۱۴۱ | کیا شیعہ اپنی کتب کی رو سے اپنا محب آل رسول ہونا
ثابت کرسکتے ہیں اور کیا اونکے علماء معتبرین نے آل رسول و عترت نبی
کی دشمنی کا اقرار نہیں کیا۔

جواب | شیعوں کا دعوی محبت چہاردہ معصومین علیہم السلام تک
محدود ہے اوسکا ثابت ہونا قبولیت پر ہے لہذا یہ سوال رد ہونیکے
قابل ہے آل رسول و عترت نبی سے مراد اگر جناب سیدہ اور ائمہ اثنا
عشر علیہم السلام ہیں تو اونسے دشمنی کا اقرار خارج از اسلام ہے وہی
علماء معتبرین کیونکر اس کا اقرار کرسکتے ہیں لہذا یہ جزو سوال بھی قابل
رد ہے اور اگر اونکے غیر مراد ہیں تو بھی سوال مہمل ہے اسلئے کہ لفظ عترت مذہب
شیعہ میں چہاردہ معصومین ہیں اونسے عداوت کا اقرار بدہضمی کا ثواب ہے
اور غیر چہاردہ معصومین کے عترت کا لفظ مستعمل ہی نہیں البتہ یہ سوال
آل رسول سے ہو سکتا ہے۔ علماء شیعہ نے دشمنی کا اقرار اونہیں متنفرین
ائمہ سے کیا ہوگا کہ جنہوں نے ائمہ طاہرین کو ایذا پہونچائی یا اونکو شہید کیا
یہ اقرار کچھ علماء شیعہ سے ہی مخصوص نہیں اسمیں تمام فرقہ امامیہ اثنا
عشریہ شریک ہے قولہ تعالے لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح۔

سوال نمبر ۱۴۲ | کیا قاتلان حسین شیعہ اور شیعوں کے پیشوا نہیں تھے

کیا اونکی کتب میں کافی ثبوت نہیں ہے۔

جواب | شیعوں کے پیشوا سوائے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اور کوئی نہیں لہذا یہ سوال مہمل و بے معنے ہے ہمنے اسکا جواب رسالہ بادہموم بجواب تشحید الاذہان تھا و یانی میں دیدیا ہے اور مختصراً نمبر ۵ میں بھی گذرا مکرر اس سوال کو پیش کرنے سے آپکی گہبراہٹ ظاہر ہے اور حقیقت میں حضرت عمر کے تابعین کو اسد اللہ الغالب کے غلاموں کے سامنے گہبرانا ہی چاہئے۔

سوال نمبر ۱۶ | کیا شیعوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خدا کو جاہل ماننا ضروریات مذہب شیعہ سے ہے اور کیا عقیدہ بداء کے مستلزم جہل باریتعالے ہونے کی تصریح اونکے مجتہد صاحب نے نہیں کی۔

جواب | افسوس آپ بداء با ہمزہ بعد الالف اور بلا ہمزہ بعد الالف کے معنے میں فرق بین محسوس نہیں کرتے یہ آپکی علمی قابلیت نہایت تعریف کے قابل ہے آپکی پونجی بس اسیقدر ہے کہ ایک سوال کو اولٹ پلٹ کر کے پیش کر دیا اس سے ظاہر ہے کہ شیعوں پر مطاعن آپکو گنتی کے ملے جو سیکڑوں نہیں اونہیں کے الفاظ بدل بدل کر پیش فرمادیا کرتے ہیں جناب والا مجتہد صاحب نے اوس عقیدہ بداء مستلزم جہل باریتعالے کی تصریح فرمائی ہے جسمیں الف کے بعد ہمزہ بھی لکھی جاتی ہے جسکو منع ہی فرمادیا ہے یہ تو آپکی سمجھ کا پھیر ہے کہ باہمزہ اور بلا ہمزہ کو ایک ہی معنے میں سمجھ لیا مسئلہ بدا بغیر ہمزہ کا جواب نمبر ایک میں دیدیا گیا آپ ذرا لغت کی کتاب اوٹھا کر معنے دیکھئے اور خوب یاد کر لیجئے۔

سوال نمبر ۱۷ | کیا جہوٹ بولنا اور وہ بھی محض بے ضرورت مذہب[۲۲]

[۲۲] شیعہ میں عبادت عظیم و فریضہ کبریٰ نہیں ہے

واضح ہو کہ شارع علیہ السلام کے ہر حکم کو بجا لایا اس نیت سے کہ یہ عمل شرعاً
جائز یا واجب ہے البتہ داخل عبادت ہے اور تقیہ کا وجوب عند الشارع
ثابت ہے لہذا التقیہ عبادۃ ہے قولہ تعالے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ (یعنے
اپنے ہاتوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اس سے ثابت ہے کہ بغیر حق اپنے کو
ہلاکت میں ڈالنا حرام مطلق ہے لہذا التحفظ واجب ہے یہ سوال مناظر صاحب
کا چوتھی کا سوال ہے جسکا اون کے نزدیک حل ہو جانا ناممکن کیونکہ آپ
تقیہ اور جہوٹ ایک ہی سمجھتے ہیں اور کیوں نہ سمجھیں مجبور ہیں کہ تقیہ کو
جہوٹ اور جہوٹ کو تقیہ کہتے رہیں اسلئے کہ آپ کے مذہب میں سفید
جہوٹ بولنا اور حدیثیں گھڑنا شارع اسلام پر اتہام کرنا داخل مذہب ہے
اور قبولیت کا عمدہ وسیلہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ مسلم صفحہ ۱۳۱ پر یحیی بن
سعید القطان سے روایت ہے کہ فرمایا لم نر الصالحین فی شیئ اکذب
فی الحدیث جیسا کہ گذرا اور صحیح بخاری صفحہ ۹۰ جلد ۳ پر ابو صالح سے منقول ہے
قال حدثنی ابو ہریرہ قال قال النبی صلعم افضل الصدقۃ ما ترک غنی والید
العلیا خیر من الید السفلی الخ یعنے ابو ہریرہ نے کہا رسالتمآب صلعم نے
فرمایا کہ افضل صدقہ وہ ہے جو غنی چھوڑ جائے اور اوپر والا ہاتھ جو بخشش
کرے بہتر ہے نیچے پہیلے ہوئے ہاتھ سے جو مانگے پس سامعین نے کہا
اے ابو ہریرہ تمنے اسکو آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہا نہیں یہ ترغیب عقلمندی
ابو ہریرہ سے ہے یہ ام المومنین عائشہ کا ابو ہریرہ کی حدیث کو جہٹلانا
سنن ابی داؤد صفحہ ۱۵۰ جلد ۲ پر ہے اور ابن عمر کا بخاری صفحہ ۱۶۵ جلد
پر اور عام صحابہ کے جہٹلانے کو خود ابو ہریرہ صاحب نے تسلیم فرمایا ہے
بخاری صفحہ ۴۴ و ۴۳ جلد ۳ اور ام المومنین عائشہ کا حدیث عمر فاروق کو

بخاری صفحہ ۲۰۱ جلد ۱ پر منقول ہے اگر اس طرح اوپر واضعین حدیث و
کذابین اخبار کو دکھایا جائے تو ایک بڑی کتاب ہو جائے لہذا الغرض مطلب
کیلئے لب لباب کذب و دروغگوئی کی حلت مذہب اہل سنت کی فقہ سے
دکھاتے ہیں حافظ ابن القیم نے زاد المعاد صفحہ ۴۰۴ پر قصہ غزوہ خیبر کے
ذیل میں لکھا ہے ومنہا جواز کذب الانسان علی نفسہ و علی غیرہ اذا لم یتضمن
ضرر ذلک الغیر اذا کان یتوسل بالکذب حقہ یعنی جھوٹ بولنا انسان کا
اپنے نفس کیلئے یا غیر کی خاطر سے جائز ہے جبکہ غیر کو ضرر نہ ہو اور جب
اپنا حق جھوٹ ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہو اور کتاب احیاء العلوم
صفحہ ۸۳ ربع ۳ میں ہے اعلم ان الکذب لیس حراما لعینہ بل لما فیہ من الضرر
علی المخاطب او علی غیرہ الی قولہ ان امکن التوصل الیہ بالکذب دون
الصدق فالکذب فیہ مباح ان کان تحصیل ذلک القصد مباحاً و واجب
ان کان المقصود واجبا الخ یعنی جاننا چاہیے کہ جھوٹ بعینہ حرام نہیں ہے
بلکہ جب اوسمیں مخاطب کا ضرر ہو یا غیر کا (اسکے بعد فرماتے ہیں) اگر
اوسکی طرف توصل جھوٹ کیساتھ ممکن ہو نہ کہ سچ کے تو اوسمیں جھوٹ
مباح ہے اگر اوس قصد کا حاصل کرنا مباح ہو اور واجب ہے اگر مقصود
واجب ہو اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ دروغ بنفسہ حرام نہیں ہے
یہ علماء اہلسنت کی مسامحت ہوئی کہ امام بخاری نے اتباع میں تقیہ کو کذب سے
تعبیر کیا چنانچہ قصہ حضرت ابراہیم و سارہ میں وہ چاک گریبانی فرمائی ہے
جو سوزن تدبیر سے رفو ممکن نہیں شیعوں کی ایک حدیث مناظر صاحب
اہل سنت کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے اور وہ حضرت یوسف کا واقعہ ہے
جسکی ہم آئندہ تشریح کرینگے اول تقیہ اور کذب کا فرق بیّن شرعی طور سے

دکہاتے ہیں۔

واضح ہو کہ کذب وہ ہے جو خلاف ما ہو فی القلب من النفاق یا خلاف ما ہو فی امر واقع ہو جو عقوبت دنیا و آخرت کا مستوجب ہوتا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون (جس وقت منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ضرور خدا کے رسول ہیں اور خدا بھی جانتا ہے کہ تم بیشک اوسکے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق ضرور جہوٹے ہیں) اور آیہ من الذین قالوا آمنا بافواہہم ولم تومن قلوبہم (بعض اونمیں وہ ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ اونکے دل ایمان نہیں لائے) اسکی شہادت میں کافی ہیں لغت میں تقیہ پرہیزگاری کے معنے میں ہے اور اصطلاح شرع میں علاوہ قول خلاف ما ہو فی القلب من الایمان کے مختلف افعال بہی شامل ہیں مثل تبدیل شعار و تغیر ہیئت اور کتم حقانیت کے فعل نہیں بلکہ سکوت و صموت ہے جو اپنے نفس یا دوسرے کے نفس کیلئے ہو اسی طرح اپنی آبرو اور دوسرے کی آبرو اپنا مال اور دوسرے کے مال کی حفاظت کیلئے ہوتا ہے (تحفہ اثنا عشریہ) جو بمقام خوف و ضرر بموجب حکم شارع علیہ السلام سے کیا جاتا ہے لہذا تقیہ کا کذب پر اور کذب کا تقیہ پر حمل نہیں ہوسکتا کیونکہ تقیہ میں فی القلب من الایمان اور کذب میں فی القلب من الکفر و النفاق ہوتا ہے اور تقیہ بالفعل ہو یا بکتم وغیرہ کا حمل کذب پر تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ تقیہ و کتم ایمان و اصلاح بین الناس فرمایا۔

واضح ہو کہ شارع علیہ السلام نے کسی عمل کی تعریف منطقی نہیں بتائی

اور نہ یہ شارع پر واجب تھا بلکہ نماز روزہ وغیرہ کو عملاً دکھا دیا کہ جس کا
ہم حکم دیتے ہیں وہ یہ عمل ہے آج جو یہ سوال کیا جاتا ہے کہ منطقی تعریف
تقیہ کی کیا ہے ایک لغو سوال ہے اور سپر عجیب بات یہ ہے کہ معصوم کے
قول سے چاہتے ہیں۔

عجب لطف ہے کہ خود آنحضرت صلعم کی کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں
کر سکتے کہ نماز کی جو افضل اعمال ہے کیا تعریف منطقی ہے لیکن ہم سے
سوال کرتے ہیں اسوقت تک جن حضرات نے تقیہ کی جو بھی تعریف کی
وہ احادیث و آیات کو دیکھتے ہوئے کی ہے یہ کہنا کہ یہ تو آپ کی بنائی ہوئی
تعریف ہے اور یہی لغو ہے اسلئے کہ شارع نے تو کوئی تعریف بیان نہیں
فرمائی نہ وہ منطق و فلسفہ تعلیم دینے آئے تھے اور حقیقت میں احکام شریعت
اور عبادات وغیرہ کو چھوڑ کر اس کوچہ میں جانا اونہیں حضرات کا کام ہے
جو شریعت سے بچکر دنیاوی لطف اوٹھانا چاہتے ہوں اور احکام شریعت
کی پابند نہ رہکر آزادانہ زندگی بسر کرنے کے خواہش مند ہوں یہ ایک
دفع دخل ہے جسکو مختصراً عرض کیا گیا اب آیات ملاحظہ ہوں۔

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک
فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منہم تقاۃ (مومن مومنین کو چھوڑ کر کافر
کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا تو اوس سے اور خدا سے واسطہ
نہیں سوائے اوس صورت کے کہ تم اونسے کسی قسم کا خوف رکھتے ہو)
پارہ ۳ رکوع ۱۱ - اسمیں لفظ تقاۃ کے بارے میں دکھایا گیا ہے
کہ یہ دراصل تقیہ تھا جیسا کہ گذرا اور آئندہ بھی آئیگا وقال رجل
مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ (اور فرعون والوں میں ایک مومن

شخص نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا) پارہ ۲۴ رکوع ۹ - ولا تجعلوا
اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس واللہ سمیع علیم ۵
لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم واللہ غفور
حلیم (اور خدا کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے آڑ نہ قرار دو کہ تم نیکی کرنے
اور پرہیزگاری کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے باز رہو اور
اللہ سننے والا جاننے والا ہے تمہاری قسموں میں جو لغو ہونگی اونکا تم
سے خدا مواخذہ نہ کریگا اور البتہ اونکا تم سے مواخذہ کریگا جو ارادۃ تمہارے
اعمال ہونگے اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے) پارہ ۲ رکوع ۱۲ -
من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (جو ایمان
لانے کے بعد خدا کا انکار کرے سوائے اسکے کہ اوس پر جبر کیا گیا ہو حالانکہ
اوسکا دل ایمان سے مطمئن ہو) انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی
اسرائیل ولم ترقب قولی پارہ ۱۶ - رکوع ۱۴ (میں ڈرتا تھا کہ تم یہ کہو
کہ تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈالدیا اور میری بات کا پاس
نہ کیا) لنا اعمالنا ولکم اعمالکم - پارہ ۲۵ رکوع ۳ (ہمارے اعمال
ہمارے لئے اور تمہارے تمہارے لئے ہیں) لکم دینکم ولی دین پارہ -
۳۰ رکوع ۳۴ (تمہارا دین تمہارے لئے اور ہمارا ہمارے لئے)
فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لہم - پارہ ۲۶ رکوع ۴
(پس اے رسول تم صبر کرو جیسا انبیاء اولی العزم نے صبر کیا اور انکے
لئے جلدی نہ کرو۔
وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور پارہ ۴ رکوع ۱۰
(اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کروگے پس یہی بھلے کاموں میں سے ہے)

فلما جہزہم بجہازہم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ ثم اذن مؤذن ایتہا العیر انکم لسارقون - (پارہ - ۱۳ رکوع ۳) (پس جب اونکی روانگی کا سامان کر چلے تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر ندا دینے والے نے ندا کی اے قافلہ والو تم چور ہو) خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین (پارہ - ۹ - رکوع ۱۴ معاف کرنا اختیار کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے درگذر کردو) وہو الذی کف ایدیہم عنکم وایدیکم عنہم (پارہ - ۲۶ رکوع ۱۱ (اور وہ وہی ہے جسنے اونکے ہاتوں کو تمسے اور تمہارے ہاتوں کو اونسے روکدیا -

قالوا ءانت فعلت ہذا بالہتنا یا ابراہیم قال بل فعلہ کبیرہم ہذا فسئلوہم ان کانوا ینطقون - پارہ - ۱۷ رکوع ۵ (لوگوں نے کہا اے ابراہیم کیا تمنے ہمارے معبودونکا یہ حال بنایا ہے فرمایا بلکہ یہ اوسنے کیا ہے جو اونمیں سب سے بڑا ہے پس اگر یہ بولتے ہوں تو دریافت کرلو)

فخرج منہا خائفا یترقب (پارہ - ۲۰ رکوع ۵ (پس موسی اوس شہر سے ڈرتے ہوئے اور آس لگائے ہوئے نکلے)

قال ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی پارہ ۹ رکوع ۸ (حضرت ہارون نے کہا اے میرے بھائی یقینًا مجھے قوم نے ضعیف سمجہا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردے)

فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم پارہ ۲۳ رکوع ۷ (پھر ستاروں کی طرف دیکھکر کہا میں بیمار ہوں)

ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ پارہ - ۲ رکوع ۸ (اور اپنے ہاتوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو)

قال یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا پارہ ۱۲
رکوع ۱۱ (فرمایا اے میرے فرزند تو اپنا خواب اپنے بھائیوں سے
بیان نہ کرنا بس وہ تجھسے کوئی چال کریں) اب ان آیات کو دیکھتے
ہوئے ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ ان آیات مذکورہ سے مفہوم
ہوتا ہے وہ کیا ہے لیکن یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ شارع
حقیقی نے جب تقیہ و کتم و اصلاح بین الناس اوسکا نام رکھدیا تو
کسی کی یہ مجال نہیں کہ زور طبع سے اوسکو جھوٹ دروغ وغیرہ تعبیر کرے
مثلاً صلوۃ لغت میں تحریک الصلوین کے معنے ہیں مگر شارع حقیقی نے
اوسکو دعا و نماز کے معنے میں فرمادیا تو اب کوئی حیادار یقیمون الصلوۃ
کے معنے یحرکون الصلوین نہ کہیگا یا شہداء فی سبیل اللہ کو خداوند عالم
نے زندہ اور احیاء تعبیر فرمایا ہے اب آج اون کو بوجہ اموات بیان
کیا جائے اس دلیل سے کہ اونکا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور زندہ کا مال متروکہ
نہیں ہوتا تو اس سے قائل کو مصطلحات شارع سے جاہل سمجھا جائیگا
بلکہ ایسے شخص کو قرآن و حدیث کا منکر کہنا زیبا ہے پس اسیطرح تقیہ کو
جھوٹ کہنے والا مرتکب استخفاف و منحرف و منکر شارع کی مصطلحات
کا ہے اسمیں تہدید بھی نازل ہو چکی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے -
ویعلم الذین یجادلون فی آیات اللہ انی یصرفون اور ارشاد ہوتا ہے -
ویعلم الذین یجادلون فی آیاتنا ما لہم من محیص -
مخفی نہ رہے کہ تقیہ جسطرح مضرات سے بچنے کیلئے مباح و واجب ہے
اسیطرح بحالت قدرت شماتت قوم و فضیحۃ و اخلاقاً بھی ماثور ہے
چنانچہ حدیبیہ میں صلح کر لینا حالانکہ احکام سیف کا عین شباب تھا مصلحۃ

سوائے صحیح مسلم میں جو احادیث قصہ حدیبیہ اور ابو جندل کے متعلق ہیں اونپر امام نواوی صفحہ ۱۰۶ ایر فرماتے ہیں فی ہذہ الاحادیث دلیل
بجواز مصالحۃ الکفار اذا کان فیہا مصلحۃ و ہو مجمع علیہ عند الحاجۃ یعنے
ان احادیث میں مصلحت کفار کا جواز ہے جسوقت اوسمیں مصلحت ہو
اور وہ حاجت میں مجمع علیہ ہے اور اصول کافی میں عند الحاجۃ
کی بجائے قول معصوم علیہ السلام میں ہے التقیہ فی کل شئی یضطر
الیہ ابن آدم فقد احلہ اللہ یعنے تقیہ ہر اوس شئے میں ہے جسکی طرف
انسان مضطر ہو جائے پس خداوند عالم نے اوسکو حلال کر دیا
اور جو تقیہ بحالت قدرت کیا جاتا ہے اوسکی سند حدیث بخاری
و ابو داؤد کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تیری
قوم حدیث العہد بالجاہلیۃ ہے اسلئے مجھے خوف ہے ورنہ کعبہ کی
تعمیر بنائے ابراہیم پر کرتا (بخاری صفحہ ۱۶۶ جلد ۴) اور دوسری
حدیث یہ ہے ان عائشۃ اخبرتہ انہ استاذن علی النبی صلعم رجل
فقال ائذنوا لہ فبئس ابن العشیرۃ او بئس اخو العشیرۃ فلما دخل الان لہ
الکلام فقلت یا رسول اللہ قلت ما قلت ثم النت لہ فی القول فقال
ای عائشۃ ان شر الناس منزلۃ عند اللہ من ترکہ او ودعہ الناس
اتقاء فحشہ یعنی کسی شخص نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہونیکی اجازت
چاہی آنحضرت نے فرمایا کہ یہ برے قبیلہ کا ہے جب وہ حاضر ہوا
تو نہایت نرم نرم گفتگو فرمائی حضرت عائشہ نے عرض کیا یا
رسول اللہ پہلے تو آپ ایسا فرماتے تھے اور اب اوس سے
اسطرح کی گفتگو فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم کے نزدیک

لوگوں میں برا وہ شخص ہے جسکو لوگ چھوڑ دیں اسوجہ سے کہ وہ فحش گوئی
کرتا ہو۔ تیسری حدیث صحیحین میں ہے قال عمر دعہ لا یتحدث
الناس ان محمدا یقتل اصحابہ (آنحضرت نے اپنے مجرم صحابی کیلئے
فرمایا کہ اسکو قتل نہ کرو لوگ یہ کہینگے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے
ہیں) یہ تقیہ آنحضرت صلعم کا خلاف حکم جہاد کے ہے حالانکہ حکم تہا
کہ کفار و منافقین سے جہاد کرو اسپر بھی آنحضرت صلعم نے اپنے منافقین
اصحاب کو قتل نہ کیا اور ارشاد فرمادیا کہ لوگ کہینگے کہ پیغمبر اسلام اپنے
اصحاب کو قتل کرتے ہیں اسی قسم سے ایک حدیث بخاری صفحہ ۱۴۲
جلد ۲ پر حضرت عائشہ سے مروی ہے اب بحالت تجدیدت علماء اہلسنت
کا تقیہ بھی ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ترجمہ عبد الصمد العباسی الہاشمی
عن ابیہ علی بن عبد اللہ بن عباس قال قال اکرموا الشہود و قال بیہ
ہذا منکر وما عبد الصمد بحجۃ ولعل الحفاظ انما سکتوا عنہ مداراۃ للدولہ
یعنی عبد الصمد عباسی کی خبر منکر ہے اور وہ حجت نہیں ہے شاید
حفاظ حدیث نے اوسکی حالت سے سکوت فرمایا بسبب دولت
عباسیہ کے مدارات کے اور اسی طرح کی حدیث احیاء العلوم صفحہ ۱
ربع ۲ پر ہے کہ جناب امیر کو محض حجاج کے تقرب کے سبب سے
گالیاں دیتے تھے اسکے بعد ہم اوس حدیث کو لکھتے ہیں جسپر مناظرہ
صاحب اہلسنت نہایت فخر کیساتھ فرماتے ہیں کہ جواب
نہیں ہو سکتا حالانکہ خود انجناب نہیں سمجھے نہ اپنی کتابوں کو دیکھا
اوسکے بعد انشاء اللہ ہم چند احادیث تقیہ کے بارے میں دکھاتے ہیں
حدیث زیر بحث | قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیہ من دین اللہ قا...

من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف ایتہا
العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا ولقد قال ابراہیم انی سقیم
واللہ ما کان سقیما حضرت ابو عبد اللہؑ نے فرمایا کہ تقیہ خدا کے
دین سے ہے راوی نے عرض کیا کیا دین خدا سے ہے فرمایا ہاں خدا
کی قسم خدا کے دین سے ہے اور البتہ یوسفؑ نے کہا اے قافلہ والو
تم چور ہو خدا کی قسم انہوں نے کچھ نہیں چرایا تھا اور البتہ ابراہیمؑ نے
کہا کہ میں بیمار ہوں خدا کی قسم وہ بیمار نہ تھے - اسمیں چند امر
قابل اظہار ہیں -

اول یہ ہے کہ تقیہ دین خدا سے ہے یہ ثبوت کا محتاج نہیں
اسلئے کہ جو بھی شرع کے احکام ہیں وہ دین خدا سے ہیں اب
وہ حرام ہو یا حلال واجب ہو یا سنت التقیہ یقیناً قرآن میں
موجود ہے جسکو امام بخاری نے صفحہ ۱۲۲ جلد ۲ پر صاف لفظوں
میں لکھدیا - وقال الا ان تتقوا منہم تقاۃ وہی التقیہ آیہ الا ان
تتقوا منہم تقاۃ میں جو لفظ تقاۃ ہے وہ تقیہ ہی ہے پھر اسی صفحہ
پر امام بخاری فرماتے ہیں قال الحسن التقیۃ الی یوم القیامہ
یعنی حسن بصری کہتے ہیں کہ تقیہ قیامت تک رہیگا اس سے صاف
ظاہر ہو گیا کہ تقیہ قرآن میں موجود ہے بلکہ ہم بحث تحریف میں
دکھا چکے ہیں کہ لفظ تقاۃ دراصل تقیہ ہی تھا اب اگر اسکے بعد
بھی انکار کیا جائیگا تو سوائے ہٹ دھرمی کے اور کیا کہا جائے
یہ امر دوسرا ہے کہ شیعوں کی ضد میں آپ لفظ تقیہ سے جو قرآن میں
موجود ہے نفرت کرتے ہوں اور بجائے تقیہ کے معیت و

مدارات وغیرہ وغیرہ نام برخلاف اصطلاح قرآن کے تجویز فرمایا ہے جیسا کہ شرح اربعین نودی میں ہے اما التقیۃ فی غیر ذلک (بیعۃ علی لابی بکر) فلا مبالاۃ باثباتہا وجوازہا انما یکرہ عامۃ الناس لفظہا لکونہا من مستندات الشیعۃ والا فالعالم مجبول علی استعمالہا وبعضہم یسمیہا مداراۃ وبعضہم مصانعۃ وبعضہم عقلا معیشۃ ودل علیہا دلیل الشرع یعنے سوائے بیعت ابی بکر کے جو علیؑ نے کی ہے اثبات تقیہ میں کچھ تردد نہیں اور اسمیں شک نہیں کہ عوام الناس لفظ تقیہ سے اسوجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ وہ مستندات شیعہ سے ہے ورنہ تمام عالم اوسکے استعمال کرنے پر مجبور ہے بعض لوگ اوسکا نام مدارات رکھتے ہیں اور بعض مصانعت اور بعض عقل معیشت اور دلیل شرعی دلالت کرتی ہے۔ اسکے بعد کوئی عاقل یہ تجویز نہیں کر سکتا کہ اسلام میں تقیہ نہیں ہے یہ تو آپکی دیانت داری ہے کہ خدا اور رسول کے خلاف اپنی تجویز سے تقیہ کے متعدد نام رکھلئے جسوقت معمولی احکام اگرچہ وہ سنیت و مکروہ بلکہ اوس سے بھی خفیف تر داخل دین اللہ ہوں پھر تقیہ جسپر تمام عالم مجبور ہو اور قرآن و حدیث میں اوسکے احکام موجود ہوں کیونکر نہ دین اللہ ہوگا اسپر تعجب کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسفؑ نے قافلہ والوں کو چور کہا حالانکہ اونہوں نے چوری نہیں کی تھی اسکو آپ خود ہی دریافت کیجئے جو فرماتا ہے کذلک کدنا لیوسف ہم نے یوسف کو یہ تدبیر بتادی تھی۔ آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ برادران

یوسف نے کیا پیالہ چورایا تھا جو اونکو چور کہا گیا حالانکہ خداوند عالم
ارشاد فرماتا ہے قال انی انا اخوک فلا تبتئس بما کانوا یعملون فلما جہزہم
بجہازہم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ ثم اذن موذن ایتہا العیر انکم
لسارقون یوسف نے اپنے بہائی سے یہ کہدیا کہ میں تیرا بہائی ہوں
پس جو کچھ یہ کر چکے ہیں اوسکا افسوس نہ کر پس جبکہ حضرت یوسف
اونکی روانگی کا سامان کر چکے تو پانی پینے کا برتن اپنے بہائی کے
اسباب میں رکھدیا پھر ایک منادی نے ندا کی اے قافلہ والو تم چور ہو
اسکے بعد اگر امام علیہ السلام کے ارشاد کے خلاف کہا جائیگا تو یقیناً
کتاب اللہ کے خلاف ہوگا رہا یہ امر کہ دوسرے مقام پر امام نے فرمایا
ما سرقوا وما کذب نہ اونہوں نے چرایا تہا اور نہ حضرت یوسف نے
جہوٹ کہا اور کتاب احتجاج میں ہے کہ امام نے فرمایا انہم سرقوا یوسف
من ابیہ یعنی برادران یوسف نے حضرت یوسف کو اونکے باپ سے
چرایا تھا اسپر مناظر صاحب نہایت اوچہلتے ہیں اسلئے کہ ان دونوں
قولوں میں تناقض محسوس کرتے ہیں کیونکہ ایک مقام پر کہا کہ چورایا
اور دوسرے مقام پر کہا کہ نہیں چورایا نہ حضرت یوسف جہوٹے نہ اونکے
بہائی چور پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دونوں امر صحیح ہو جائیں دوسرے
یہ کہ حضرت یوسف نے نہ کہا کہ تم چور ہو بلکہ موذن نے کہا تھا پھر
حضرت یوسف کیلئے کیوں کہا کہ اونہوں نے کہا اور جہوٹ نہیں کہا
اسکا جواب خود آیات قرآنی سے ملتا ہے پہلے آیات سورہ پر غور
کرنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف ہی اوسکے فاعل ہوئے
چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہی تدبیر بتائی گئی اور حضرت یوسف نے ہی

اپنے بھائی سے کہا کہ میں بھائی ہوں رہا یہ امر کہ موذن نے ندا کی
وہ اسی طرح سے جیسے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اللہ یتوفی
الانفس حین موتہا (پارہ ۲۴ رکوع ۲) اللہ آدمیوں کی موت کے
وقت انکے نفوس کو موت دیتا ہے پھر دوسرے مقام فرماتا ہے
قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (پارہ ۲۱ رکوع ۱۴) کہو کہ ملک الموت
جو تمپر متعین کیا گیا ہے تمکو موت دیگا پھر تیسرے مقام پر فرماتا ہے
الذین تتوفہم الملئکۃ طیبین (پارہ ۱۴ رکوع ۱۰) جنکو فرشتوں نے
ایسی حالت میں موت دی ہوگی کہ وہ پاک ہونگے پس اگر مناظر
صاحب آیات مذکورہ میں تناقض دیکھیں کہ ایک مقام پر خداوند عالم
اوس موت دینے کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے دوسرے مقام پر
ملک الموت کیطرف تیسرے مقام پر فرشتوں کی طرف تو اسی سیاق
سے حدیث معصوم میں تناقض ہے جسمیں کچھہ نقصان نہیں اور اگر
تناقض نہیں تو حدیث میں بھی تناقض نہیں اور اگر آیات میں اسوجہ
سے تناقض نہیں کہ خداوند عالم ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ فلاں کی قبض
روح کرو اس لحاظ سے وہ فاعل ہے پس اسی لحاظ سے حضرت یوسف ؑ
فاعل انکم لسارقون ہیں کیونکہ آمر فعل و مباشر فعل شرعاً ایک ہی
حکم جو آیات مذکورہ سے بھی ثابت ہے اب رہا یہ کہ ماکذب کیوں
اسمیں اعتبارات ہیں۔

اول یہ کہ حقیقۃً حضرت یوسف ؑ قائل انکم لسارقون کے نہ تھے
دوم یہ کہ اس نداء کا مفاد میان برادر حقیقی حضرت یوسف ؑ کو بچا
لینا تھا اسلئے کہ حضرت یوسف ؑ کو اپنے بھائیوں کیطرف سے خوف تھا

کہ وہ سپاہیوں کی جان نہ تلف کردیں جسکو اپنے ذاتی تجربہ سے سمجھے ہوئے تھے آزمودہ را آزمودن جہل است کا مضمون تھا لہذا اس خیلہ سے کہ اونکو چور بتاکر سپاہیوں کو اپنے پاس بارکھ لیں یہ سرقہ کی نسبدت دینا اصلاح بین الناس تھی اسی کو خداوند عالم نے اپنی طرف منسوب فرمایا اور کہدیا کذلک کدنا لیوسف ہم نے یوسف کو یہ تدبیر بتائی ہے اور یہ یقیناً کذب سے غیر ہے لہذا قولہ ما کذب صحیح و درست ہوا۔

تیسرے یہ برادران یوسف حقیقتہً چور تھے اگرچہ سرِ وقت اونہوں نے ارتکاب سرقہ کا نہیں کیا جسطرح کہ آیہ السارق والسارقة فاقطعوا ایدیہما الایہ (چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھہ کاٹو) کے موافق اوسوقت سزا انہیں دیجاتی جبکہ ابتداءً سرقہ صادق آیا ہو بلکہ بعد جرم کے ہاتھہ کاٹے جاتے ہیں اگرچہ اوسوقت اوسنے نہیں چرایا لیکن چونکہ اوپر لفظ سارق صادق آچکا ہے لہذا سزا دیجاتی ہے اسی طرح برادران یوسف پر سارق صادق آچکا تھا لہذا آج اون کو چور کہنا واقعی ہے چونکہ اونہوں نے اس واقعہ سے قبل حضرت یوسف کو اونکے والد سے دہوکہ دہی کے ارتکاب سے چرایا تھا البتہ اگر لفظ سارق عام نہ ہوتا اور اگر یہ کہتے سرقتم صواع الملک تم نے بادشاہ کا برتن چرایا ہے تو الزام کی صورت ہوسکتی تھی اگرچہ ضرورت کیوقت یہ بھی جائز تھا مناظر صاحب باہمہ دعوی ہمہ دانی و کمال تعلی غلبہ استعمال سے بیخبر ہیں کہ لفظ سرقہ کہاں کہاں استعمال کیا جاتا ہے یہ تو عرب و عجم و ہند سب میں ہر فریب دہی اور ہر چیز کے چھپانے اور غلط کاری ہوشیاری صفائی پر استعمال ہوتا ہے۔

فارسی میں ملاحظہ ہو۔

ترا دردیدہ و دزدیدہ ام کہ از مردم نہاں باشی   ندانستم کہ آنجا ہم میان مردماں باشی

دل در شکن طرۂ جانانہ اسیر است   وزدانہ دزد دیدہ کہ دردانہ اسیر است

اردو میں ملاحظہ ہو۔

رند۔ جلوۂ جاناں کے نظارہ کا الٹی کب ہوا   کیوں چراتا ہے تو مجھسے روزن دیوار آنکھ

داغ۔ سامنے میرے جو چرا لیتے ہو آنکھ   آئینہ کیا آج نیا ہو گیا

عربی میں ملاحظہ ہو تفسیر کبیر صفحہ ۱۱۱ جلد ۱

ما رواہ الشافعی باسنادہ ان معاویۃ قدم المدینۃ فصلی بہم ولم یقرا بسم اللہ الرحمن الرحیم ولم یکبر عند الخفض الی الرکوع والسجود فلما سلم ناداہ المہاجرون والانصار یا معاویۃ سرقت من الصلاۃ این بسم اللہ الرحمن الرحیم واین التکبیر عند الرکوع والسجود یعنے جیسا کہ اوسکو امام شافعی نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے یہ کہ معاویہ مدینہ میں آئے اور اہل مدینہ کیساتھ نماز پڑہی بسم اللہ الرحمن الرحیم اور رکوع وسجود کے جانے میں تکبیر نہ پڑہی تو بعد سلام کے مہاجرین وانصار نے اونکو آواز دی کہ اے معاویہ تو نے نماز میں چورایا بسم اللہ کہاں ہے اور رکوع وسجود کے وقت کی تکبیر کہاں ہے الحمد اب فرمائے کہ سرقہ صادق آیا یا نہیں مگر یہ کہ ناظم صاحب کو آل رسول سے جو عداوت ہے اوسکے سبب سے امیر معاویہ کا سرقہ کہاں یاد رہتا ان شواہد منصوصہ کے بعد واضح ہو لفظ سرقہ معنے حقیقی وغیر حقیقی تینوں زبانوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن چونکہ امام معصوم کے فرمانے میں معنے حقیقی وغیر حقیقی میں مستعمل ہوا تو اسقدر کیوں شور وغوغا ہے اور کوئی وجہ تناقض کی نہیں ہے کیونکہ ما سرقوا میں معنے حقیقی کے

نفی وارد ہوئی ہے کہ برادران حضرت یوسفؑ نے برتن بادشاہ کا چرایا تھا
اور قولہ انہم سرقوا یوسف میں بمعنے مجازی کے ہے کیونکہ برادران یوسفؑ
اونکو دہوکہ اور دغا دیکر باپ کے پاس سے لیگئے تھے ایک جگہ نفی سرقہ
کی باعتبار ظرف سقایہ کے صحیح ہے اور دوسرے مقام پر اثبات سرقہ کا
باعتبار ذات حضرت یوسفؑ کے صحیح ہے کیا آپنے اتقان میں آنحضرتؐ
کی حدیث نہیں دیکھی لکل آیۃ ظہر وبطن ہر آیت کے ظاہر و باطن معنے ہوتے
ہیں بنا بر اسکے قولہ انکم لسارقون کے معنے ہی سرقہ یوسفؑ اور سرقہ برتن
کے ہوئے تو شریعت سے کب باہر ہیں اور مناظر صاحب معنے ماکذب میں
جو دست پاچہ ہو کر معترض ہیں اس سے بھی انکا محاورات قرآن سے جاہل ظاہر
ہو گیا حالانکہ دعوی یہ ہے کہ اہل قرآن وہی ہیں جو حسبنا کتاب اللہ کہنے
والے کے مقلد ہیں لیکن جسطرح قائل حسبنا معانی آیات کلام اللہ سے بے بہرہ
رہے اور ابن عباسؓ شاگرد جناب امیر المومنینؑ سے کہا کرتے تھے۔
ما اعلم منہا الا ما تقول میں سورہ بقرہ کے معنے نہیں جانتا مگر جو تم بتاؤ (بخاری)
اسی طرح مناظر صاحب بھی خالی ہیں اب پھر اون آیات کو دیکھئے
جنمیں موت دینے کا ذکر ہے۔

ایک اور سوال اسوقت رسالہ البطش شدید جو مناظر صاحب نے
تحریر فرمایا ہے نظر سے گذرا جسمیں یہی بحث ماسرقواہ ماکذب کی لکھتے
ہوئے بسند اساس الاصول صفحہ ۵۱ کے تناقضات اخبار شیعہ میں
دکھائے ہیں مناظر صاحب کا خلاصہ ترجمہ دکھایا جاتا ہے۔
حدیثیں جو ائمہ سے منقول ہیں اونمیں بہت اختلاف ہے یہاں تک
کہ کوئی حدیث ملے مگر اسکے مقابلہ اوسکے خلاف حدیث موجود ہے

او نہیں ملتی کوئی خبر مگر اوسکے مقابلہ میں اوسکے خلاف حدیث موجود ہے یہانتک کہ یہ اختلاف ناقص لوگوں کے مذہب شیعہ سے پھر جانیکا سبب ہو گیا الخ اور اسباب ان اختلافات کے بہت ہیں مثلاً تقیہ اور حدیثوں کا موضوع ہونا اور سننے والے کا مشتبہ ہو جانا اور منسوخ ہو جانا الخ مناظر صاحب نے اس عبارت کو نقل فرما کر تقیہ پر بڑی زور دیا ہے کہ وہ جھوٹ ہے اور روایت میں جھوٹ ہونیکی حالت میں یہ اعتراضی نتیجہ نکالا ہے کہ کتاب احتجاج کا قول تقیہ ہے اور کافی کا قول امام کا اصلی مذہب ہے (رسالہ البطش شدید صفحہ ۹ و ۱۰)

جواب پہلے ہم علماء سنت کا تقیہ سیئہ بحالت قدرت دولت عباسیہ کے مدارات میں اور حجاج کے تقرب کے سبب ہونا دکھا چکے ہیں اور اہلسنت کے صالحین کا الکذب فی الحدیث ہونا گزارش کر دیا ہے جس سے اصل اصول مذہب اہلسنت کا کوئی اعتبار کوئی اعتماد کوئی باوثوق ذریعہ کوئی بارسوخ وسیلہ باقی نہ رہا جسکی مثال مذہب شیعہ میں مناظر صاحب نہیں دکھا سکتے اب رہا یہ اختلاف کہ ہر حدیث کے مقابلہ میں خلاف حدیث موجود ہے جو موجبہ کلیہ کے طور پر بیان ہوا ہے یہ حقیقی معنے پر محمول نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کثرت سے اخبار فضائل و احکام میں موجود ہیں اور انکے خلاف کوئی روایات اہلبیت نہیں یہ قول بسبیل مبالغہ کے ہے جیسا کہ صاحب تفسیر کبیر نے آیہ کم اہلکنا قبلہم من القرون الخ میں فرمایا ہے واما قولہ اہلکنا فالمراد بہ المبالغۃ فی کثرۃ من اہلکہ اللہ تعالے من القرون الماضیہ اقول یہ لفظ کم اہلکنا سے مراد کثرت ہلاکت میں مبالغہ ہے اور حدیث مسلم صفحہ ۲۰۲ ۳

قولہ صلعم فاحث فی افواہہن من التراب میں امام نوادی فرماتے ہیں امرہ بذلک مبالغۃ فی انکار البکاء علیہن (یعنے آنحضرتؐ نے یہ حکم جعفر طیار پر رونے والیوں کے منع کرنے میں مبالغۃً فرمایا ہے) پس جبکہ قرآن وحدیث میں مبالغہ کلام پایا گیا تو کلام علماء میں کب قابل انکار ہو سکتا ہے اور ہم اختلاف بین الروایات کے منکر نہیں لیکن فرقہ شیعہ کا عمل بنا بر تنقید و ترجیح اخبار کے بحیثت واحدہ مرجح و اصح اخبار پر ہوتا ہے بخلاف مذہب اہلسنت کے کہ اونکے یہاں ایک مسئلہ میں ایک ہی خلیفہ اور صحابی نے دو دو تین تین اور اس سے بھی زائد حکم دیے ہیں یہانتک کہ حضرت عمر فاروق قرآن و حدیث رسولؐ میں تناقض بتاتے تھے چنانچہ بخاری صفحہ ۱۸۰ جلد ۱ باب الحج میں ماثور ہے فقدم عمر رضی اللہ عنہ فقال ان ناخذ بکتاب اللہ فانہ یامرنا بالتمام قال تعالے واتموا الحج والعمرہ للہ وان ناخذ بسنۃ النبی صلعم فانہ لم یحل حتی نحر الہدی یعنے اگر ہم کتاب اللہ کو لیں تو وہ ہمکو حج و عمرہ بجالانے میں تمام کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر سنت نبی کو لیں تو وہ ہمکو محل نہیں ہونے دیتی یہانتک کہ ہم قربانی کریں پھر حضرت عمر کے فتووں کا اختلاف شرح بخاری قسطلانی میں ہے کہ دادے کی میراث میں سو مختلف حکم فرمائے اور کتاب الفرائض میں ہے کہ حضرت عمر نے میراث جد میں سو قضیہ بیان کئے کہ بعض اونکا بعض سے مخالف تھا اس اختلاف کو کشف الغمہ صفحہ ۲۳ جلد ۲ پر تساہل فی الدین بتایا ہے پس یہ صحابہ کی مصامحت دین میں زیادہ قوی دلیل ہے یا خوف اعداء کے سبب سے تقیہ رواۃ کا اختلاف جسکی تنقید میں اونکی تصحیح ہو جاتی ہے غرض کہ اسی طرح کی احادیث بکثرت ہیں جنکا ذکر کرنا

دشوار ہے جسکا دل چاہے احادیث سنن ترمذی دیکھے کہ ایسی ایسی
ہیں جو فتاوی علماء سے ترک کر دی گئی ہیں جنمیں روایت زیاد و عبد الحمید
وابو سعید خدری وغیرہا از اندازہ دیکھنے کے قابل ہیں تذکرۃ الحفاظ و کنز العمال
وغیرہ کتابیں دیکھئے جنمیں اختلاف شیوخ ثلاثہ کھلے ہوئے لفظوں میں
موجود ہے ان روایات کو دیکھتے ہوئے ہر ذی فہم کہدیگا کہ علماء اہلسنت
نے شریعت کو بھی رائے اور اپنے قیاس سے پلٹ دیا ہے۔

حدیث کا آخری جملہ ولقد قال ابراہیم انی سقیم واللہ ما کان
سقیما اور یقیناً ابراہیم نے کہا تھا کہ میں بیمار ہوں خدا کی قسم وہ بیمار
نہ تھے اس مقام پر بھی امام علیہ السلام نے حقیقی معنے سے انکار فرمایا ہے
رہا یہ امر کہ پھر کیوں سقیم کہا اوسکی وجہ یہ ہے کہ اونکی قوم بت پرست
تھی جو حضرت ابراہیم کو بھی بت پرستی کی ترغیب دیتی تھی لیکن آپ
اونکو ہدایت فرماتے رہتے تھے چونکہ تنہا تھے اور قوم کی کثرت تھی اسوجہ سے
آپ نے عذر فرمایا کہ میں بیمار ہوں مراد اس بیماری سے یا تو یہ ہے
کہ میں بیمار ہو جاؤنگا جسطرح کہ انک میت تو میت ہے حالانکہ اسوقت
میت نہیں مگر آئندہ میت ہونا ہے لہذا کہدیا اسی طرح حضرت ابراہیم
نے فرمایا اور یا مراد یہ ہے کہ مجھے تمہاری بت پرستی کا صدمہ اور رنج ہے
جسکو بیماری سے تعبیر فرمایا بہر حال مجازی معنوں سے صحیح ہے لیکن حقیقی
معنے سے انکار کرنا بھی درست ہے چونکہ تقیہ عام ہے جسکے تحت میں توریہ
بھی ہے اسلئے حضرت ابراہیم نے توریۃً فرمایا اور لوگ یہ سمجھے کہ حقیقت
میں یہ بیمار ہیں اسی کو امام بخاری نے جھوٹ سے تعبیر کیا اور کہدیا
کہ ابراہیم نے تین جھوٹ بولے ہیں (بخاری صفحہ ۱۵۹ جلد ۲ و صفحہ ۱۵۵)

جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ جلد ۴ و ترمذی صفحہ ۴۷ جلد ۲ و سنن ابی داؤد صفحہ ۳۰۲ جلد ۱)

دوسری حدیث ابن عمیر عن ہشام بن سالم عن ابن ابی عمر الاعجمی قال قال ابو عبداللہؑ یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ ابو عمر اعجمی نے بیان کیا کہ ابو عبداللہؑ نے فرمایا ہے اے ابو عمر دین کے نو حصہ تقیہ میں ہیں اور اوسکا دین نہیں جسکے لئے تقیہ نہیں ہرچند ابو عمر اعجمی کی یہ حدیث مرآۃ العقول میں از روئے تنقید کے مجہول ثابت ہوئی ہے جسپر اعتراض کرنا نافہمی سے خالی نہیں لیکن چونکہ مناظر صاحب اسی پر اڑے ہوئے ہیں لہذا اونکو سمجھایا جاتا ہے اور اوسکے معنے کی توجیہ بیان کیجاتی ہے۔

واضح ہو کہ دین کے فروع دس ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ خمس جہاد امر بالمعروف نہی عن المنکر تولا تبرا پس ان فروع عشرہ کے اکثر مسائل میں تقیہ کرنا جائز ہے اور بعض مسائل ایسے ہیں کہ اونمیں تقیہ جائز نہیں مثلاً مسح خفین و بعض مناسک حج و شرب مسکرات وغیرہ کے وہ بلحاظ کل احکام شرعیہ کے تسعۃ اعشار الدین سے خارج ہیں اور وہ اوس عشر میں بمقابلہ کل احکام شرعیہ کے داخل ہے جسمیں فتوی و گواہی قتل ناحق میں دینا حرام ہے اور تقیہ کے حیلہ سے کسطرح جائز نہیں اس توجیہ ثانی کا مختصر مضمون یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ کو دس حصوں پر قرار دیا اون مسائل میں نو حصے اضطرار و ضرورت میں تقیہ کرنا جائز ہے اور مختلف مسائل جو ایک حصہ منجملہ دس حصہ باقی رہا اونمیں ضرورۃً بھی تقیہ جائز نہیں اور نہ بحالت اضطرار جائز ہے

ہاں البتہ اہلسنت کے مذہب میں علی شنو میں ایک حصہ بھی بحالت
اضطرار تقیہ کرنے سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا غور فرمائے کہ اگر کفار کسی
سنی مسلمان کو باکراہ و باجبار بتخانہ میں لیجاکر ڈنڈوت کی تکلیف
دیں اور اوس مقام پر مقید رکہیں تو یقیناً اوس مسلمان مقید سے تمام
آداب شریعت اور فرائض مذہب کے مراسم ساقط ہو نگے اور کوئی
حصہ لوازم دینیہ کا تقیہ سے خارج ماثور نہیں ہوا مگر اس جواب
تحقیقی پر دشمنان کتاب و عترت کب ساکت ہوں گے ضرورت ہے
کہ الزامی دلائل بھی جواب میں پیش کیجائیں ملاحظہ ہو کہ اسلام کا
اصل اصول معبود حقیقی کی معرفت ہے اور وہ قیامت میں اصل
نجات دہندہ ہوگی اور یہ امر موقوف ہے کہ بندے خداوند عالم کو
پہچانیں اور اوسکی عبادت بجالائیں اگر یہ معرفت نہیں تو پھر عبادت
بھی کوئی چیز نہیں اور جب کچھ نہیں تو نجات کیسی جب کوئی حیلہ ہی
نہ رہا تو نجات بدرجہ اولے نہیں ہو سکتی اس جاہلیت کی تاریکی میں جب
آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو آپ نے اہلسنت کے خیال کے موافق
اس حق اللہ کو جو بندوں پر واجب شامعہ اوس حق کے جو بندوں کا
خدا پر ہے صیغۂ راز میں رکہا اور بہ ہم رازے فرما دیا کہ اس بشارت
کا اعلان نکرنا چنانچہ صحیح بخاری صفحہ ۹۷ جلد ۲ پر ہے۔

فقال یا معاذ ہل تدری حق اللہ علی عبادہ و ما حق العباد علی اللہ قلت
اللہ و رسولہ اعلم قال فان حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ
شیئا و حق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئا فقلت یا
رسول اللہ افلا ابشر بہ الناس قال لا تبشرہم فیتکلوا آنحضرت نے

فرمایا اے معاذ آیا تو جانتا ہے کہ خدا کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا خدا پر کیا حق ہے عرض کیا کہ خدا و رسول خوب جانتے ہیں فرمایا پس خدا کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اوسکی عبادت کریں اور کسیکو اوسکا شریک نہ قرار دیں اور بندوں کا خدا پر یہ حق ہے کہ جو اوسکا شریک نہ قرار دے اوسکو عذاب نہ دے پس عرض کیا یارسول اللہ آیا میں لوگوں کو اسکی بشارت نہ دوں فرمایا اونکو بشارت نہ دینا وہ توکل کرینگے اس رازداری میں تو کوئی ہزار میں ایک حصہ بھی ہدایت امت کیلئے نہیں چھوڑا تمام اسلام صیغہ راز میں ہی رہا جسکو آج اہلسنت سراسر جھوٹ فرماتے ہیں اب ملاحظہ فرمائیے بخاری کتاب الاکراہ صفحہ ۱۴۳ جلد ۴ وان قیل لہ (رجل المکرہ) لتشربن الخمر اولتاکلن المیتۃ اولتبیعن عبدک الخ یعنے اگر شخص مکرہ سے کہا جائے کہ شراب پی یا مردار کہا یا اپنا غلام فروخت کردے یا قرضہ کا اقرار کر یا ہبہ کردے یا عہد فسخ کردے یا ہم تیرے باپ یا برادر اسلامی کو قتل کردیں تو وہ وسعت رکھتا ہے یعنے مکرہ کیلئے یہ سب جائز ہے۔

اب فرمائیے کیا کوئی شرعی امر مستثنےٰ کیا گیا شیعوں کے مذہب میں تو ایک عشر مسائل میں تقیہ نہ تھا اور نو حصے تقیہ میں تھے لیکن اہلسنت کے یہاں تو سو حصو نمیں سے ایک حصہ بھی مستثنےٰ نہیں اب لفظی بحث باقی ہے اہلسنت نے شیعوں کی ضد میں خلاف اصطلاح کتاب و سنت اکراہ مصالحت مدارات وغیرہ اسکے نام رکھ لئے ہیں اور شیعہ تقیہ کہتے ہیں حالانکہ اکراہ بھی تقیہ کی ایک صورت ہے عمل تقیہ و اکراہ کا دونوں صورتونمیں ایک ہی ہے رہا زغم اور ضد اسکا

اسکا علاج تو افلاطون کے پاس بھی نہیں تعجب ہے کہ جنکے یہاں دس کا
نو حصہ تقیہ ہی تقیہ ہو وہ اوروں پر آج معترض ہوتے ہیں جنکے یہاں
نو حصہ تقیہ اور ایک حصہ تقیہ نہ ہو یعنی نو حصہ مذہب دس حصوں میں
تقیہ جائز نہ ہو۔ اس بحث کے بعد ہم چند حدیثیں و اقوال نہایت اختصار
کیساتھ لکھتے ہیں جنکو دیکھتے ہوئے ظاہر ہوگا کہ اہلسنت کے یہاں
کہاں تک اس تقیہ کو روا رکھا گیا ہے ملاحظہ ہو بخاری صفحہ ۱۰۲۲
جلد ۴ وقال الا ان تتقوا منہم تقاۃ وہی التقیۃ (آیہ الا ان تتقوا میں
جو لفظ تقاۃ ہے وہ تقیہ ہے)

بخاری صفحہ ۱۰۲۴ جلد ۴ وقال الحسن التقیۃ الی یوم القیامۃ (اور حسن
بصری نے کہا ہے کہ تقیہ قیامت تک رہیگا)

حاشیہ بخاری قولہ التقیۃ الی یوم القیامۃ ای ثابتۃ الی یومہا لا تختص
بعہدہ صلعم (قولہ التقیۃ الی یوم القیامۃ سے مراد یہ کہ قیامت تک
ثابت ہے آنحضرت صلعم کے عہد سے ہی کچھہ خصوصیت نہیں)

مسلم صفحہ ۱۰۶ جلد ۲ فی ہذہ الاحادیث دلیل بجواز مصالحۃ الکفار
اذا کان فیہا مصلحۃ و ہو مجمع علیہ عند الحاجۃ (ان حدیثوں میں کفار
سے مصالحت کرنے کے جواز میں دلیل ہے جسوقت اوسمیں مصلحت
ہو اور اوسپر حاجت میں امت کا اجماع ہے) اب منصف مزاج
فرمائیں کہ شیعوں میں ضرورت کیوقت تقیہ ہوتا ہے جسمیں اضطرار بھی
ہوتا ہے لیکن اہلسنت کے یہاں تو حاجت میں بھی تقیہ جائز ہے
اب ضرورت اور حاجت کا فرق خود سمجھئے۔

تفسیر کبیر صفحہ ۴۵۱ جلد ۲ التقیۃ جائزۃ لصون النفس وہل ہی جائزۃ

لیصون المال یحتمل ان حکم فیہا بالجواز لقولہ صلعم حرمۃ مال المسلم کحرمۃ دمہ
(تقیہ نفس کی حفاظت کیلئے بھی جائز ہے احتمال ہے کہ اوسمیں بھی جواز کا
حکم ہو کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مسلم کے مال کی حرمت مثل
اوسکے خون کے ہے) پھر اسکے بعد فرماتے ہیں لان الحاجۃ الی المال شدیدۃ
(اسلئے کہ حاجت مال کی طرف بہت زائد ہوتی ہے) اور صفحہ ۳۶۲ جلد ۲
پر فرماتے ہیں کہ اگر شرب خمر و اکل خنزیر و میتہ کیلئے اکرہ سے کہا جائے
تو اوسپر اونکا کہا ماننا واجب ہے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۱ پر خلق قرآن
کا ذکر ہے کہ خلیفہ نے خلق قرآن کی بابت علماء کا امتحان لیا لکھتے ہیں
انہم توقفوا اولاً ثم اجابوہ تقیۃً اول تو اونھوں نے موافقت کی پھر تقیۃً
اوسکو جواب دیدیا۔

ہدایہ صفحہ ۱۵۵ جلد ۳ ثم یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل
لان الصحابۃ رض تقلدوا من معاویۃ رض والحق کان بید علی رض فی نوبتہ (سلطان
جائر کی تقلید کرنا جائز ہے مثل سلطان عادل کے اسلئے کہ صحابہ نے امیر
معاویہ کی تقلید کی حالانکہ جناب امیرؑ کے ہاتھ پر حق تھا) اللہ اکبر خیال
فرمائے جانتے ہیں کہ حق علیؑ کا تھا لیکن امیر معاویہ کی بیعت کرنا
جائز ہے اور حق کو چھوڑنا گوارہ ہے مزہ لطف یہ کہ اسی کو حق کہتے ہیں
یہ ہے دین میں حرافی جو اہلسنت کے مذہب میں آج تک چلی آتی ہے
اگر اوسوقت امیر معاویہ کا خوف تھا تو وہ خوف اب تو نہیں۔

اب ہم مختصر حوالجات دیکر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ تقیہ فی نقل خبر مسلم
صفحہ ۶۴ جلد ا تقیہ فی نقل حدیث مسلم صفحہ ۱۱۵ جلد ا تقیہ در خطبہ مسلم
صفحہ ۱۵ جلد ۲ تقربا الی الجائر احیاء العلوم صفحہ ۲۱۰ ربع ۲ -

نجو فاعن الجائرین نصائح کافیہ صفحہ ۲۷) اصلاح بین الناس
تقیہ مسلم صفحہ ۱۰۶ جلد ۲ اسی طرح نماز میں قوال
مدارات میں تقیہ کرنا موجود ہے لیکن وہی الفاظ جسکے
کہ سفید جھوٹ بھی جائز ہے ملاحظہ ہو احیاء العلوم صفحہ

یعلم ان الکذب لیس حرام العینہ بل لما فیہ من الضرر علی
علی ۱۳۶ (اسکا ہے جھوٹ بولنا حرام نہیں بلکہ جب تک
غیر کا اسمیں ضرر ہو) اسکے چند فقروں کے بعد لکھتے ہیں
التوصل الیہ بالکذب دون الصدق فالکذب فیہ مباح ان کان
تحصیل ذلک المقصود مباحاً و واجب ان کان المقصود واجباً اگر کسی
کے سوا جھوٹ کے توصل ممکن ہو تو جھوٹ مباح ہے اگر مقصود مباح
ہو اور جھوٹ بولنا واجب ہے اگر مقصود واجب ہو) اسکے بعد مباح
کی دوسری صورت دکھائی ہے کہ حرب اور اصلاح ذات البین
استمالت مجنون میں جھوٹ بولنا مباح ہے اسکے بعد تو
سے کیونکر نہ بچا جائے جب آپ کے یہاں نحو ولا تقربوا کذب
جسکا جائز ہونا بلکہ حرام نہ ہونا اور واجب ہونا ثابت ہے
خواہ مخواہ تقیہ کو کذب سے تعبیر فرماتے ہو
آپکی یہی ہمت اور جسارت ہے اگر آپ کو عربی نہیں آتی تو
عشر ہی ملاحظہ فرما لیجئے اور بس۔

سوال نمبر ۱۹ | کیا کتب معتبرہ شیعہ میں حضرت
دلو ثیث کا الزام نہیں لگایا گیا۔

جواب کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم یدیہ وجوہ

جسکو مولوی عبدالشکور صاحب ناظر اہلسنت نے حق الیقین کا حوالہ دیکر دشمنی اہلبیت رسول میں سرگرمی دکہائی ہے اور اپنے دل کے چہالے جو کفار قریش کے مارے جانے سے پڑ گئے تہے پہوڑے ہیں اور کیا نہ پہوڑیں جبکہ آپکے خلیفہ یزید صاحب نے خاندان رسول کی تباہی میں اور مدینہ رسول کی برباد کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چہوڑا اور خود اقرار کرلیا لیت اشیاخ ببدر شہدوا الخ (کاش میرے بدر کے بوڑہے زندہ ہوتے اور دیکہتے کہ مینے بنی ہاشم سے کیسا بدلا لیا ہے محمدؐ نے یہ نبوت کا دعوی جو کیا تہا ایک سلطنت لینے کا کہیل کہیلا تہا وغیرہ وغیرہ) آپ بہی تو اون جناب کو خلیفہ برحق سمجہتے ہیں آپکے ابن عربی نے تو حسینؑ مظلوم کو باغی کہدیا اگر آج آپ جناب امیر کو (معاذ اللہ) دیوث کا خطاب بخشیں تو کیا زائد ہے ہم نہایت ٹہنڈے دل سے رسالہ النجم کی عبارت نقل کرتے ہوئے جواب لکہتے ہیں مولوی عبدالشکور صاحب نے النجم میں لغت سے دعوی کیا ہے کہ دیوث اوسکو ہی کہتے ہیں جو اپنی زوجہ کو بری حالت میں دیکہے اور خاموش رہے عمرؓ نے پہلوئے حضرت زہرا پر تازیانہ مارا اور جناب امیر خاموش رہے تازیانہ مارنا بری حالت تہی اسپر جناب امیر نے عمرؓ سے کوئی انتقام نہیں لیا لہذا معاذ اللہ جناب امیر دیوث ہوگئے استغفر اللہ ربی یہ آپکی نئی منطق ہے جناب اول تو بنا بر لغات مشہورہ کے یہ معنے دیوث کے نہیں ہیں اگر کسی نحوی نے اپنی لغویت سے ایسا ہی لکہدیا ہو تو زوجہ کی بری حالت سے مراد وہی لیجائیگی جو جہاندہ علماء لغت نے دیوث کے معنی میں صراحت فرمادی ہے کہ وہ بری حالت جو فقر و مرض و مظلومی کے

سبب سے عارض ہوتی ہے جسکا انتظام نا ممکن ہوتا ہے اور کوئی
الزام شوہر پر اس زوجہ کی بیری حالت پر عائد نہیں ہوتا ہے چنانچہ ہم
یہ تمام دنیا میں دیکھتے ہیں اور کسی قسم کا الزام نہیں سمجھتے
کیا اہل لغت نے اوس شوہر کو بھی دیوث کہا ہے ہرگز نہیں یہ ایڈیٹر
اور مناظر صاحب کی جہالت اور کج فہمی ہے جو معنے یا کنایہ کو نہ سمجھے
اور کج فہمی سے اوسکے معنے خود تراش لئے اگر اون اہل لغت نے جو
نہایت احتیاط کرتے ہیں لفظ زنا کار کی کو بیری حالت سے تعبیر کیا
تو مریضہ مظلومہ فاقہ کش کے شوہر کو کسطرح دیوث کہا جا سکتا ہے
اور بہر حال و بہر نوع یہ شوہر کا خاموش رہنا حق الیقین کی عبارت
سے متوہم بھی نہیں ہوتا بلکہ ایڈیٹر موصوف نے زہر اوگلا ہے ہم
لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھتے ہوئے حق الیقین کی عبارت لکھتے
ہیں وہو ہذا

عمر سر غلاف شمشیر را بر پہلوئے آنحضرت زد و تازیانہ بلند کرد و بر
ذراع شریفش زد و فاطمہ علیہا السلام خطاب کرد پدر بزرگوارش را
کہ یا رسول اللہ بد خلافتی کردند ابو بکر و عمر در حق اہلبیت تو پس حضرت
امیر المومنین علیہ السلام بیتاب شد و بر جست و گریبان ... را گرفت
و بر زمین زد و بینی اش را شکست و گردنش را پیچید و خواست کہ
آن ... را بکشد بخاطرش آورد وصیت حضرت رسول صلعم الخ
(حق الیقین صفحہ ۱۰۴) اب اہل نظر انصاف فرمائیں بیتاب شد و
بر جست و گریبان گرفت و بر زمین زد و بینی اش را شکست و گردنش
را پیچید و خواست کہ آن ... را بکشد کے کیا معنے ہیں شاید لغت

ہیں خاموش و ساکت رہنے کی وجہ یہ ہوں تب ہی مناظر
نے اپنے چوتھے خلیفہ اور رسول کے برحق جانشین کو اس کی
شان شنیعہ سے یاد کیا خدا اسکا بدلا دے
وقت منزل کے حجابوں سے پوشیدہ
اور قصہ استخفاف حضرت ابراہیم و سارہ کے ناقل
کیا نے سراپا اتہام و کلام بے حیائی
ارکانپ جاتے ہیں مناظر صاحب اپنے گھر کی خبر لیں

قصہ حضرت سارہ زوجہ طاہرہ خلیل اللہ علیہ السلام
ابوہریرہ نے بیان کیا ہے کہتے ہیں قال قال رسول اللہ صلعم
هاجر ابراهيم بسارة فدخل قرية فيها ملك من الملوك او جبار من الجبابرة
فارسل اليه ان ارسل الى بها فارسل بها فقام اليها فقامت توضأ
وتصلي فقالت اللهم ان كنت آمنت بك وبرسولك فلا تسلط علي
الكافر فغط حتى ركض برجله (آنحضرت صلعم کی زبانی بیان کیا کہ حضرت
ابراہیم نے اپنی بی بی کیساتھ وطن سے ہجرت کی اور ایک قریہ میں
پہونچے جسمیں ایک جابر بادشاہ تھا اوسنے حضرت ابراہیم سے
کہلا بھیجا کہ سارہ کو میرے پاس بھیجدے پس اونہوں نے
بھیجدیا — پس وہ مغلوب رہا اور لاتیں ماریں) بخاری صفحہ ۱۲۴
جلد ۳ باب الاکراہ افسوس کہ حضرات افسوس بخاری صاحب نے
یہ قصہ کسقدر تہمت افزا نقل کیا ہے جس سے زیادہ بے حیائی ہو
نہیں سکتی فارسل بہا کو لکھدیا لیکن مع الکراہتہ کو غائب کرکے

اور الفاظ ارسلن الی بہا کے ساتھ یہ لفظ واکرہ کو بندار و کر دیا اس
صنعت اکتفا سے ظاہر ہو گیا کہ خود حضرت ابراہیم نے باہمہ فراست
بدگمانی بادشاہ جابر کی دعا ہوتے اپنی ناموس کو اوس
بدکار کے پاس کسی حد تک بھیجا کس سبب سے ایک جلیل القدر پیغمبر
نے غیرت کا دینے حیائی کو ظاہر کیا ایسا عقیلیں عاید ہوتی ہیں اگر بخاری
صاحب اسلامی و ہمدردی رکھنے والے ہوتے تو صنعت اکتفا و استنکار
کو جیسا کہ اونکی عادت ہے کام میں لائے اگر اس روایت کو
ساقط فرما دیتے تو کوئی شکایت نکر یا اکتفا بالاشارہ میں یعنی
ارسلن الی بہا کے واکرہ اکراہا شدیدا اپنی قامت تو ضاد غلطی
کا شکر یعنی عفت غیرت پر ختم فرما دیتے مگر ایسا نہیں کیا اور مہاجرین
اولین کی حمایت میں حدیث ابن عمر میں جو معنے آیہ نساؤکم حرث
لکم فاتوا حرثکم میں ابن عمر کا قول یہ نقل فرمایا ہے قال یاتیہا فی
اسکی شرح میں قسطلانی صاحب فرماتے ہیں حرف فی بحذف
المجرور ہو الظرف ای فی الدبر وقد سقط للمولف ذلک لاستنکارہ
(حرف فی مجرور کے حذف کے ساتھ ہے اور وہ ظرف ہے یعنے
دبر میں اور مولف نے بوجہ اوسکے استنکار کے ترک کر دیا ہے)
فتح الباری صفحہ ۱۴۸ جلد ۱۸ شیخ الاسلام بخاری صاحب کے
اس اکتفا و استنکار کو محسنات میں شمار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں
وہذا الذی استعملہ البخاری نوع من انواع البدیع یسمی الاکتفاء
(یہ بخاری صاحب نے ایک بدیع کی قسم نے استعمال کی ہے
جسکا نام صنعت اکتفا ہے) افسوس اس انواع بدیع کو قصہ حضرت

سپارہ میں استعمال نہ کیا جس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ حرمت صحابہ
کی ساتھہ ایمان رکھتے تھے اور آیہ والمومنون کل آمن باللہ و
ملائکتہ وکتبہ ورسلہ میں سے انبیاء پر مثل اعتقاد بصحابہ کے نہ تھا
اور بخاری کے شرح کرنیوالوں نے تو وہ طوفان برپا کیا ہے کہ
پناہ بخدا جیسا کہ عینی صاحب فرماتے ہیں الاقرب ان یقال
وجہ المطابقۃ من حیث انہ اکرہ ابراہیم علی ارسالہا الیہ (اور
اقوال کے علاوہ قریب تر یہ ہے کہ کہا جائے کہ مطابقت کی
وجہ اس حیثیت سے کہ حضرت ابراہیم نے اونکے بھیجنے پر کراہت
کی ہو) لاحول ولا قوۃ الا باللہ واعوذ باللہ من ہذا الخذہب اگر
راوی صاحب کی صفت وثنا اس حدیث کے کذب ہونے میں
تحریر کیجائے تو نہایت طول ہوگا چونکہ ہم پر فرض ہے کہ ایک
پیغمبر کے اوس عیب کو جو دشمنان خدا و رسول نے عائد کیا ہو
دفع کریں لہذا اسقدر لکھتے ہیں کہ ابوہریرہ صاحب اکابر صحابہ
میں متہم تھے (کشف الغمہ شعرانی صفحہ ۱۶۴ و بخاری صفحہ ۲ جلد ۲
وصفحہ ۱۸۹ جلد ۳ وسنن ابی داؤد صفحہ ۱۵۰ جلد ۲) بس ایسے
راوی کی حدیث حرمت انبیاء میں کسطرح معتبر نہیں
ہوسکتی البتہ مناظر صاحب اہلسنت کے نزدیک صحیح کی حدیث قابل
وثوق اور صحیح ہے دوسری حدیث بخاری کی قصہ افک ام المومنین
میں جسمیں کوئی توضیح کا موقع ہاتھہ نہ آیا تو حضرت عائشہ کا
قول حتی اناخ راحلتہ فوطئی علی یدہا فقمت الیہا فرکبتہا بعد الفظ
فوطئی علی یدہا لکہنا کیا ضرور تھا جسکی وجہ سے مخالفان اسلام

کیا کیا تاویلیں کر سکتے ہیں ان روایات کے تحریر کرنیکی اصل غرض
یہ ہے کہ اکثر صحابہ میں صفت دیوثیت پائی گئی ہے لہذا اون
مطاعن کے جواب میں ایسی روایات وضع کر لی گئیں ہیں جنکے ذریعہ
رد طعن ہو جائے اور یہ فعل بد سنہ ہو کر اعتراض کو دفع کر سکے
حالانکہ اصلی واقعات کے مقابلہ میں کذب و افترا ہر گز مقابلہ
نہیں کر سکتا بلکہ آسمان کا تھوکا حلق میں آتا ہے -

تیسرے معارج النبوۃ صفحہ ۱۵۴ جلد ۲ رکن چہارم وصدیق
با صدیقہ عتاب آغاز کردہ باوی سخنان خشونت انگیز گفت
دوست خود نیزہ وار بر تہیگاہ عائشہ زد -

چوتھے آیہ والذین یرمون علی ازواجہم کی تفسیر میں علمائے اہلسنت
نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر و عمر کی شان میں بھی نازل ہوئی ہے
تفسیر لباب النقول صفحہ ۲۵ جلد ۲ حاشیہ جلالین پر ہے قال
صلعم یا ابابکر لو رایت مع ام رومان (زوجہ ابی بکر) رجلا ما کنت
فاعلا بہ قال کنت فاعلا بہ شرا قال وانت یا عمر قال کنت اقول
لعن اللہ الاعجز وانہ لخبیث فنزلت یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا اے
ابوبکر تو ام رومان اپنی بی بی کو کسی مرد کے پاس دیکھے تو اوسکے
ساتھ کیا کریگا حضرت ابوبکر نے کہا میں اوسکے ساتھ فعل شر
کرونگا پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا اے عمر تو کیا کریگا جواب دیا میں
کہونگا خدا عاجز تر پر لعنت کرے اور یقیناً وہ خبیث ہے
پس یہ آیت نازل ہوئی -

اس سے ظاہر ہوا کہ دال میں کچھ کالا تھا جب ہی تو آنحضرت نے

ابوبکر و عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اور اگر شخص مخاطبین کی رائے
مقصود ہوتی تو یہ فرماتے کہ ایک مرد کسی کی زوجہ سے بدفعلی کرے
تو کیا کرنا چاہئے مگر ایسا نہیں ہوا بہر نوع سیاق کلام خصوصیت
کیساتھ ظاہر کر رہا ہے کہ انہیں کیا کچھ ہے اور حضرت عمرؓ کا انتقام
انتقام میں اپنے رقیب کو کوسنا اور آپ کو عاجز ترین بتانا اور یہی
تائید کر رہا ہے کہ باوجود علم ماوقع کے کچھ انتقام لینے واسطے
یہ فضل خدا ہے ہوا کہ حضرت عمرؓ کی عاجزی پر لعان کا حکم ہوا
ہو گا سچ ہے۔ با آل نبی ہر کہ درافتاد برافتاد۔ ہم اس سے
زائد صراحت جو حد فحش کو پہنچے نہیں کرنا چاہئے کیونکہ الکنایۃ
ابلغ من التصریح۔

پانچویں کشف الغمہ امام شعرانی صفحہ ۱۱۵ جلد ۲ پر صحابہ کے غیوروں
دیوثوں کی کثرت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے

لاتنکحوا من بنی فلان وانکحوا من بنی فلان و بنی فلان والی بنی
فلان و بنی فلان تحصنوا تحصنت فروج نسائہم وان بنی فلان و
بنی فلان وہت ... و نسائہم والوہی المکروہ تحصینا الفروج وکانت الصحابۃ
یتورعون عن تزویج نساء اخواتہم و بناتہم و اکابرہم الخ (آنحضرت ﷺ
نے فرمایا کہ فلاں قبیلہ سے نکاح نہ کرو اور فلاں قبیلہ سے کرو اور
فلاں قبیلہ والے محفوظ ہیں اور ان کی عورتوں کی شرمگاہیں بھی محفوظ
ہیں اور فلاں قبیلہ والے واہی ہیں اور ان کی عورتیں بھی واہی ہیں۔
شارح فرماتے ہیں کہ واہی ہونے سے مراد فعل مکروہ ہے پھر
فرماتے ہیں کہ صحابہ اپنی بنی اخوات سو بنی اقوام والے اپنے اکابر میں تزویج

کرنے سے بچتے تھے۔

اس حدیث کے مفہومات کو ذرا بغور ملاحظہ فرمایئے

اول آنحضرت کا بنی فلان سے نکاح کرنے کو منع فرمانا اُس قبیلہ کی کثرت و شہرت پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی خباثت رسول خدا نے بھی محسوس فرمائی حالانکہ اون کا کفر و ارتداد سبب منع نہیں جو شارع کی طرف سے منع کیا جاتا سوا اسکے کہ اون میں دیوثیت تھی۔

دوسرے یہ فرمانا کہ فلان فلان سے نکاح کرو۔ اس ارشاد سے کہ شرمگاہیں اون کی محفوظ ہیں تو اون کی عورات بھی پارسا ہیں اور بہی زائد صاف ہو گیا کہ وہ بدکار ہیں۔

تیسرے قولہ ان بنی فلان و ہو افوھت نساھم نے تو دیوثیت کو بالکل ہی کھول کر دکھا دیا کہ فلان قبیلہ کے مرد واہی و سست وبدکار ہیں پس اون کی عورتیں بھی واہی اور فعل بد کی مرتکب ہوتی ہیں اب اس کی توضیح کہ صحابہ اکابر و بنی اخوات ونی اعمام میں تزویج کرنے سے کیوں بچتے تھے خود مناظر صاحب بتا سکتے ہیں کہ زوجہ کی بری حالت سے صاف صاف ازواج صحابہ کا واہی اور مرتکب فعل مکروہ کا ہوتا اور شوہروں کا اون کے اعمال واہیہ کو دیکھکر خاموش رہنا کیا معنی رکھتا ہے ؎

ہر چوں تیر تا سمان گنی بر گردد

ذرا واقعہ حرا کو یاد کیجئے جب کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اہل مدینہ کو پیشنگوئی فرما کر آگاہ کر دیا تھا کہ عنقریب مدینہ پر

پر آفت آنے والی ہے یہاں سے متفرق ہو جاؤ لیکن مغرور و نا شنوا حضرات نے اسپر عمل نہ کیا اور امام معہ اپنے اہل و عیال کے ینبوع جہاں آپ کی زراعت ہوتی تہی چلے گئے۔ وہ واقعہ سنہ ۶۳ھ میں پیش آیا کہ مہاجرین و انصار کی ایکہزار لڑکیاں بدکاری اہل شام سے حاملہ ہو گئیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۴) اور شجاعان مہاجرین و اولاد ان انصار گونگے کا گڑ کہائے چپ بیٹھے رہے۔

کیا یہ باکرہ لڑکیوں کی بری حالت اون کے باپ بہائیوں کی دیوثیت پر بقول اہل سنت دلالت نہیں کرتی؟

مناظر صاحب اور اون کے مرید خوب سمجھ لیں کہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ سے مناظرہ مذہبی میں جس قدر بڑہ کر باتیں کرینگے اوسی قدر بفحوائے قولہ تعالیٰ فکبت وجوھھم فی آخر کلامنا والحمد للہ والصلوٰۃ علی رسولہ وآلہ نیچا دیکہینگے اور وہ زمانہ کے لئے یاد چہوڑ جائینگے۔ یاد رکہو۔

ہر سگے کز روبہی بر شیر یزداں حملہ کرد
گر ہمہ آہوئے تاتار است در اصلش خطا است

فقط